اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
JUNE 2005
مفت سلسلہ اشاعت 134
اولاد کو زندگی
میں ہبہ کرنے
کا طریقہ
از قلم
حضرت علامہ مفتی
محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ

نام کتاب : اولاد کو زندگی میں ہبہ کرنے کا طریقہ

مؤلف : حضرت علامہ مفتی عطاء اللہ نعیمی صاحب

ضخامت : 110 صفحات

تعداد : 2000

مفت سلسلہ اشاعت : 134

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000

فون: 2439799

اولاد کو زندگی
میں ہبہ کرنے
کا طریقہ
از قلم
حضرت علامہ مفتی
محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

انتساب

بارگاہِ عظیم المرتبۃ، واقف اسرار شریعت، محرم رازہای طریقت

خزینۂ معرفت، حاجی الحرمین الشریفین وزائر المکانین المتبرکین

حضرت پیر خواجہ غلام رسول نقشبندی مجددی

علیہ الرحمۃ والرضوان

متوفی ۱۴۲۶ھ

فہرست

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علیٰ من لا نبی بعدہ وعلی آلہ الکرام وصحابتہ العظام وعلی التابعین وتبعھم فی الخیرالی یوم القیام وبعد!

اللہ جل جلالہ! نے انسان کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل کو دنیا میں پھیلایا۔ انسان چار عناصر سے مرکب ہے جن میں سے ہر ایک عنصر کو اعتدال میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ جب ایک عنصر دوسرے عنصر پر غالب آجائے تو باقی عناصر مغلوب ہو جائیں گے اور غالب عنصر اعتدال سے خارج ہو جائیگا جس کے سبب بدن انسانی میں تغیّرات لاحق ہو جائینگے مثلاً اگر قوّت غضب غالب ہو جائے تو خون جوش میں آجاتا ہے، جذبہ انتقام پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اپنے غصّے کا اظہار کرتا ہے اور بقول نبوی صلوات اللہ علی صاحبہ ''غضب شروع میں پاگل پن ہوتا ہے جبکہ اسکا اختتام ندامت ہی پر ہوتا ہے'' اسی طرح کبھی صفراء غالب کبھی بلغم غالب جن کا غلبہ اعتدال بدن میں اور صحت جسد میں منفی تغیّرات کا باعث ہوتا ہے جس طرح بدن انسان کی صحت کا خیال رکھنے کیلئے حفظانِ صحت کے اصول پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اور قوامِ نظام بند کیلئے مادی پاکیزہ غذا کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح روح کو آلائشِ ذنوب ومعاصی سے پاک رکھنے اور روحانی ترقی کی پیشرفت کیلئے عمل بالشرع کے روحانی غذائی نسخے کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح انسان اپنی قوات اور عناصر کو مضبوط رکھنے کیلئے اور ذہنی سکون کو حاصل کرنے کیلئے بھوک مٹانے کی خاطر کھانے کامحتاج ہے

پیاس بجھانے کی خاطر پانی اور بدن کو خارجی گرمی اور موسمی حرارت و برودت سے بچانے کیلئے کپڑے کا محتاج ہے اور رات بسر کرنے کیلئے قیام گاہ یعنی گھر کا محتاج ہے اور ان تمام ضروریات کا اُنہیں ملنا یہ تمام انسانی قوانین اور آسمانی فرامین کیمطابق اسکا حق ہے اور بات بھی معقول ہے کہ ہر ایک انسان دوسرے انسان سے طاقت اور بدنی قوت، خواص و عادات میں ممتاز ہوتا ہے جبکہ بنیادی حقوق و احتیاجات سب کے برابر ہیں تو جو قوی ہوگا وہ کمزور سے بزور طاقت جملہ ضروریات پوری کرائیگا جبکہ کمزور اپنے حقوق کے دفاع سے عاجز رہیگا اور دونوں کے درمیان جنگ کی کیفیت ہوگی امن تہ و بالا ہو جائیگا ظلم و زبردستی کا راج ہوگا تو اس وقت عدل و انصاف کی ضرورت پڑیگی اور انصاف کو لانے کیلئے امن و امان کے ضامن ایک قانون کی ضرورت ہوتی ہے جو انسانی ضروریات پوری کرنے کا متکفل ہو اور ایسا ضابطۂ حیات جو سب پر حاوی ہو اس لئے اگر ایک طبقہ قانون بنائے اور اپنے مسائل کے حل کیلئے اُس میں راہ نکالے تو ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو قابل قبول نہ ہو تو اس قانون کی بالادستی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ قانون سے کھیلنے والے قانون کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو جائیں اور اِس قانون کی حفاظت اور تنفیذ کی خاطر قوت کی ضروت، فوج اور پولیس کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جبری طور پر نافذ قانون امن اور اپنی من پسندی کی بات کو تو منوائیگا لیکن لوگوں کے دِلوں کو جیتنے سے پھر بھی قاصر رہیگا تو اس عالی مقصد کیلئے ایک عالی شان سوسائٹی، پُر امن ماحول جس میں انسان کو سکون محسوس ہو اور جس مقصد کیلئے اس مہذب سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے انسان اُسی مقصد کیطرف متوجہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان عالی اغراض کیلئے اور ایسی ہی بہترین سوسائٹی کے قیام کیلئے کرۂ ارض پر حضرت آدم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا آپ کو اولاد عطا کی زمین کی ربع معمور پر آپ کی نسل کو منتشر کر دیا زمین کے مختلف حصوں میں اُن کو عیش و عشرت کے اسباب مہیا کیئے اور مادی غذا کے ساتھ انہیں روحانی راہ پر چلانے کیلئے اور انہیں مقصد اصلی یاد دلانے کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش ہادی ورسل مبعوث فرمائے تاکہ انسانوں میں کوئی ایسا عمل نہ آنے دیں جس کے سبب مقصد اصلی کے حصول سے غافل ہو جائیں اور انسانوں پر وہ قوانین لاگو کریں جو ان کا علم رکھنے والے رب جلیل (جو کہ سب قانون دانوں سے زیادہ اپنی مخلوق کا علم رکھتا ہے اور انکی ضروریات کا ادراک تام رکھتا ہے) نے نازل کیا ہے۔ اور نبیوں کو اس کی تطبیق وتنفیذ کا حکم دیا ہے اور دشمنِ قانون کو زیر کرنے کیلئے انبیاء علیہم السلام کو قوتِ غالبہ عطا کی ہے جس کے سامنے عاقل کی عقل دنگ رہ جاتی ہے طاقت ور کی طاقت زور آزماؤں کی زبردستی و زور آزمائی ہیچ ہو جاتی ہے وہ قوت معجزات کی ہے اور یہ قوت وطاقت تمام دنیا کی فوج و پولیس سے زیادہ قوی ہے۔ ہاں! مشرقی اقوام اور قزاقانِ وقت اگر فوجی طاقت کے ذریعے قوانین رائج کرنا چاہیں تو یقیناً ظاہر ابدان پر قانون کو نافذ کرینگے لیکن دِلوں میں جگہ نہیں بنا سکیں گے جبکہ معجزات کو دیکھ کر عقل انسانی عاجز ہو کر حق کے سامنے اپنے تمام ہتھیار ڈال دیتی ہے اور تمام مصالح سے صرف نظر کر کے فقط اور فقط اخروی کامیابی کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

حق اور باطل کا مقابلہ روز اوّل سے جاری ہے باطل نے جب سے حق کی بے پناہ مقبولیت کو مشاہدہ کیا ہے بجائیکہ اسے تسلیم کرنے کے، حق کے دامن پر داغ لگانے کی ناکام کوشش شروع کر دی ہے مثلاً شیطان نے جب آدم علیہ السلام کی

مقبولیت آثار کا مشاہدہ کیا تو اسے اپنا سکون میں رہنا دشوار نظر آیا تو اس نے یہ تہمت لگا دی کہ انسان تو خاک سے پیدا ہے (جس کی طبیعت میں عاجزی ہے) اور میں آگ سے پیدا ہوں (جس کی فطرت میں تکبر و تعلیٰ موجود ہے) تو میں اسکی طرف کیسے جھکوں ؟اسی طرح ہابیل وقابیل کا واقعہ اور فرعون کا کہنا کہ جس کی قوم ہماری غلام ہو اور وہ خود اپنی بات بھی صاف طور بیان نہ کر سکے (معاذ اللہ) ہم کیسے ان کی نبوت کا اقرار کریں اور دورِ حاضر کے فراعنہ کا کہنا کہ اسلام میں مساوات نہیں عورت کے حقوق کو پامال کر دیا گیا (معاذ اللہ) اسلام میں رواداری نہیں عورت کا حصہ میراث میں مرد سے کم ہے وغیرہ وغیرہ (معاذ اللہ) حالانکہ اگر حقیقت کو دیکھا جائے اور عربوں کی قبل از اسلام حالت کا بغور مطالعہ کیا جائے تو وہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جو قوم اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے زندہ درگور کرے اللہ کے گھر کا ننگا طواف کرے اور اپنی روزی دوسروں کو لوٹنے میں ڈھونڈے تو اس سے زیادہ پستی کیا ہو سکتی ہے کیا ظلم اور بربریت کی اس سے بڑی کوئی مثال ہو سکتی ہے کہ سرمایہ افتخار کسی قوم کے نزدیک قتل عام ہو یہانتک کہ قبرستانوں کے مردے شمار کیئے جائیں اور عبادت کے مقام پر آکر اللہ جل جلالہ خلاقِ کائنات کی جگہ اپنے باپ دادا کے ذکر کا حلقہ لگا دیا جائے تو وہ کونسا نبی معظم ﷺ تھا کہ جن کی بعثت نے نفرتوں کو محبت، قتال کو امن وامان، بشر دشمنی کو انسان دوستی سے تبدیل کر دیا اور جس نے ابتداءِ زندگی میں حجرِ اسود شریف کی تنصیب پر ہونے والے جھگڑے کو اپنی معقولیت اور خداداد صلاحیت کی برکت سے اتفاق اور وحدت سے حل وفصل کر کے رکھ دیا جنہوں نے ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو ایک دوسرے کے لیے جان نثار بنا دیا، جنہوں نے مکی اور مدنی مہاجر اور انصاری کے

فرق کو عقد مواخات کے ذریعے ختم کردیا۔

اور وہ کونسا دین تھا جس نے عورت کو اسکا مقام و احترام دلایا۔ یہودی حالتِ حیض میں عورت سے نفرت کرتے تھے ان کے برتن، بستر، و جامہ ولباس کو اپنے لباس واشیاء استعمال سے الگ کرتے تھے اور انہیں منفورانداز دید سے دیکھتے تھے۔ حتی کہ شوہر کی فوتگی پر اور مورث کے ترکہ میں ان کا کوئی حصہ نہیں تھا لیکن اسلام نے ان کے قتل کو گناہ حرام اور خطاً کبیرہ قرار دیا ہے، ان کی اولاد کیلئے ان کے پیروں کے تحت زمین کو قطعہ جنت قرار دیا۔ ان کی تربیت کو جنت کی ضمانت قرار دیا۔ حالت حمل میں ان کے ہر اٹھائے جانے والے قدم کو عبادت کے ثواب کے برابر قرار دیا۔ اور مال مہر پر اسکو حاکم بنایا نکاح میں ان کی قبولیت اور مرضی کو دخل دیدیا اور دینِ محمدی متین ثابت کیا کہ عورت فقط مرد کی تسکین سہولت کا محل نہیں بلکہ باقاعدہ معاشرہ اور سوسائٹی کی اہم جزء ہے اور گھریلو معاملات میں بااختیار ہے اپنے مال اور مملوکات کی متصرف ہے اور اُسے اپنی آخرت اور دنیا سنوارنے کیلئے تمام جائز حقوق حاصل ہیں اگر کسی نے کسی بھی طریقہ پر ان کو زنا پر مجبور کیا تو اگر زانی غیر شادی شدہ ہے تو اس کو کوڑے ہیں اور اگر شادی شدہ ہے تو سنگسار ہے یہ سب عورت کے احترام اور تقدس اور عصمت کی حفاظت کی خاطر جبکہ مغربی دنیا میں عورت کو فقط آلہ تسکین شہوت سمجھا جاتا ہے ان کی عصمت محفوظ نہیں ہے حتی کہ اسلام نے عورت کا نان نفقہ، انہیں گھر دینا، ان کی تداولی کرنا انہیں موافق موسمِ لباس فراہم کرنا مرد (شوہر) پر فرض قرار دیا ہے جبکہ یورپی ماحول میں زوجین اگر بس میں سفر کرتے ہیں تو بیوی اپنا کرایہ دیتی ہے شوہر اپنا، اگر ہوٹل پر کھانا کھانا ہو تو ہر ایک اپنے مصارف کا ذمہ دار خود ہوتا ہے اور میاں بیوی کے

درمیان تعلق بھی اجنبیت کا شکار ہوتا ہے نہ صرف یہ بلکہ اجنبیت ہر چیز پر چھائی ہے جسکا سبب یہ ہے کہ:۔

١۔ نکاح شرعی کا نہ ہونا۔

٢۔ ناجائز تعلقات کا شیوع اور عموم۔

٣۔ بیٹا اپنے باپ کا نام نہیں بلکہ ماں کا نام استعمال کر رہا ہوتا ہے جسکی وجہ عدم ثبوت نسب ہے۔

٤۔ اسلام کم از کم بچے کو دو سال دودھ پلانا عورت پر لازم قرار دیتا ہے جسکے ذریعے بچے کے بطن میں ماں کے دودھ کے ساتھ (جو کہ اس کے بدن کا حصہ ہے) ماں سے تعلق اور پیار بھی داخل ہوتا ہے جبکہ یورپ میں مائیں دودھ نہیں پلاتیں بلکہ مختلف ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم حیوانات کا خشک شدہ دودھ بچے کو پلایا جاتا ہے۔

مسلمان ماں اپنے بچے کی تربیت کو عبادت اور ذمہ داری سمجھتی ہے اور زیادہ اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے جبکہ کفار یورپ اپنے کتے سے جتنی محبت کرتے ہیں اپنی اولاد سے اتنی محبت نہیں کرتے۔ یہودی اپنے مال اور املاک کو اپنے کتے کے نام کرتے ہیں اور جب وہ فوت ہو جاتے ہیں تو کتے کے پاس سارا مال رہ جاتا ہے جس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ قانون کے مطابق ایک خاتون تو میراث نہیں لے سکتی ہے اور حیوان وارث بن جاتا ہے کہ عورت کا کیا مقام اور کیا عزت ہے؟ یہودیوں کے نزدیک لیکن پھر بھی سارا عالم سیخ پا ہے تو اسلام کے خلاف۔

جمعیت اشاعتِ اہلِ سنت و جماعت کے شعبۂ افتاء کے رئیس محترم مفتی عطاء اللہ نعیمی صاحب مدظلہ العالی نے یہ ثابت کیا ہے ہر انسان اپنے مال کا مالک ہے

اور اُس میں جس طرح تصرف کرنا چاہے کرسکتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! وان

لیس للانسان إلا ما سعی ۔ النجم: ۳۹

ترجمہ:۔اور یہ کہ آدمی نہ پائیگا مگر اپنی کوشش

اور بکم ما کسبتم :۔

ترجمہ:۔اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا ہے (خواہ ہاتھ کی کمائی ہو یا اعمال ہوں)۔

البقرة : ۱۳٤

اور مال کی تقسیم دو طرح ہے۔

ا۔(اختیاری جب اپنی زندگی اور صحت میں ہو)

۲۔اضطراری (جب انسان انتقال کر جائے اور اسکا ترکہ تقسیم ہو جائے)

انسان اپنی زندگی اور صحت میں خود مختار ہے کہ سارا مال خرچ کرے اپنی اولاد پر اور یا اپنی ضروریات کی راہ میں یا اسے اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کرے تا کہ بعد از مرگ تنازعہ نہ رہے اور بعد الممات تو مال کا تصرف ورثہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگر اُس میں عورت کا حصہ اپنے بھائی سے آدھا ہے تو اسلام پر کیا اعتراض اسلام نے تو آپ کو اس بات کا پابند نہیں کیا کہ سارا مال اپنی موت پر چھوڑیں بلکہ آپ اپنی زندگی میں مال تقسیم کیجئے بیٹوں بیٹیوں کو ایک جیسے حصے دیجئے کسی کو بھی محروم نہ رکھیں نہ کسی کو زیادہ کسی کو کم دیں بلکہ سب کو یکساں دیں اسلئے کہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ جو اپنی اولاد پر مال خرچ کرے۔ اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ساری مخلوق کی کفالت اللہ عزوجل فرماتا ہے تو تم میں سے بہترین شخص وہی ہے جو اپنی کفالت کے ماتحتوں کیساتھ حسن سلوک کرتا ہو۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

فرمان ہے: لو کنت مفضلاً لفضلت النسآء (فتح الباری ۵/۲۶۸)

اگر میں تقسیم مال میں اضافہ حصہ دینے کا قائل ہوتا تو عورتوں کو مردوں سے زیادہ دیتا۔

اور عورت کو اسلام نے اتنی عظمت دی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حقوق کا تذکرہ اپنے تاریخی خطبہ حجتہ الوداع میں بھی کیا حضرت عمرو بن احوص سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر اللہ کی ثناء کے بعد دوران وعظ فرمایا: خبردار! خواتین کیساتھ حسن سلوک کیا کریں اسلئے کہ یہ تمہاری قید (نکاح میں ہیں...... خبردار! ان کا حق یہ ہے کہ آپ انہیں اچھا کھلائیں، اچھا پہنائیں۔ (جامع ترمذی نمبر۱۱۶۳، ریاض الصالحین، ص۱۲۴، مسند احمد (۵/۲۷۰۲)

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ: ہم میں سے کسی ایک کی بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہے کہ جب آپ کھائیں تو ان کو بھی کھلائیں جب آپ لباس پہنیں تو ان کو بھی پہنائیں اور انہیں ادب سکھاتے وقت، چہرے پر نہ ماریں اور نہ انہیں چہرے بدنما ہونے کی بددعا دیں اور ناچاقی کی صورت میں اگر بستر کو چھوڑیں تو ٹھیک ہے لیکن پورا گھر نہ چھوڑیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم ے فرمایا: تم میں سے بہتر وہی ہے جو اپنی بیویوں کیساتھ حسنِ سلوک والا ہو۔ (جامع ترمذی ۱۱۶۲ مسند احمد ۷/۲۵۰)

حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کی لونڈیوں (بندیوں) کو مت مارا کریں تو حضرت عمر رضی

اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ حضور عورتیں اپنے شوہروں پر بہت جرأتمند ہوگئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (بوقت ضرورت ادب سکھانے کیلئے) انہیں مارنے کی اجازت دی تو بہت ساری عورتیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس اپنے شوہروں کی شکایت کرنے آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میری گھر والیوں کے پاس بہت ساری خواتین اپنے شوہروں کی شکایت کرنے آئیں تھیں ایسے شوہر تمہارے لوگوں میں سے نہیں ہیں (ابوداؤد (۱۲۴۶) ابن ماجہ (۱۹۸۵) ابن حبان (۱۳۱۶) ریاض الصالحین، ص ۱۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دنیا فائدہ ہے اور دنیا کا بہترین فائدہ ومتاع نیک خاتون ہے۔ (مسلم شریف حدیث ۱۳۶۷، ریاض الصالحین، ۱۲۵)

انصاف سے دیکھنے والے انسان کو بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام نے خواتین کے حقوق کی کتنی پاسداری کی ہے

محترم مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نہایت بسط اور تفصیل کیساتھ اس اہم موضوع کے مختلف جوانب کو زیر بحث لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور اضافہ فرمافرمائے۔ آمین

محمد ذاکراللہ نقشبندی

رکن مرکز التحقیقات النصوص الشرعیہ

والثقافۃ الاسلامیہ

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

اولاد کو زندگی میں ہبہ کرنے کا طریقہ

باسمه سبحانه تعالیٰ و تقدس الجواب

زندگی میں جو مال کی تقسیم ہوتی ہے اُسے ہبہ یا عطیہ یا نُحلیٰ کہا جاتا ہے۔

ہبہ اور نُحلیٰ کے معنیٰ:

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:۔

"وهى العطية الخالية عن تقدّم الإستحقاق"

(كتاب الإختيار لتعليل المختار، الجزء (٣) كتاب الهبة، ص ٥٨)

یعنی، ہبہ وہ عطیہ ہے جو تقدّم استحقاق سے خالی ہو۔

اور عربی زبان میں "النحلى" کے معنیٰ عطیہ اور بخشش کے ہیں چنانچہ "المنجد" میں ہے:

"النَّحلُ: واحد نَحلَة: عطیہ، بخشش اور النَّحل وَالنُّحلىٰ والنُّحلَان: عطیہ، بخشش اور النِّحلَةُ وَالنُّحلَةُ: عطیہ، ہبہ، عورت کو مہر دینا الخ"

اور قاضی عیاض بن موسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:۔

"نحلتُ ابنى نحلاً" أى أعطيتُ، والنحلة: العطية بغير عوض یعنی النحلة: بلا عوض عطیہ۔

(إكمال المعلم بفوائد مسلم، المجلد (٥)، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد فى الهبة، ص ٣٥٢)

عطیہ اور نُحلیٰ دونوں ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں چنانچہ علامہ نور الدین علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:۔

لأن النحلى و العطية يستعملان فى التمليك بغير عوض

(فتح باب العناية فى شرح كتاب النقاية، المجلد (۳)، كتاب (۱۵) الهبة، ص ۳۰۸)

یعنی، کیونکہ نُحلی اور عطیہ (دونوں ایک ہی معنی) تملیک بلاعوض میں استعمال ہوتے ہیں۔

اسی لئے نحلی کا معنی عطیہ کیا گیا ہے چنانچہ امام نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ لکھتے ہیں:۔

نَحلنی أی أعطانی

(طِلبة الطلبة فى الإصطلاحات الفقهية، كتاب الهبة، ص ۲۳۳)

یعنی، نحلی کا معنی ہے اَعطانی (اس نے مجھے عطا کیا)

اور نحلی کا عطیہ کے معنی میں استعمال قرآن کریم میں بھی مذکور ہے چنانچہ وصی احمد محدث سورتی لکھتے ہیں:۔

نحلى: بضم النون العطية، و كذا النحل والنحلة، ومنها قوله تعالىٰ:

﴿ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ﴾ الاية (النساء: ٤/٤)

قاله القارى (حاشية السورتى على شرح معانى الآثار، المجلد (٤)، كتاب الهبة والصدقة، باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض، ص ۸۵)

یعنی، نحلی بضمہ نون کے ساتھ بمعنی عطیہ کے ہے اسی طرح نحل اور نحلہ ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔

(کنزالایمان)

اور حدیث شریف میں بھی زندگی میں اولاد کو مال وغیرہ دینے کو عطیہ اور نحلی کہا گیا ہے جیسا کہ "مشکاۃ المصابیح" (کتاب البیوع، باب (۱۷) برقم ۴/۳۰۱۹) میں ہے:۔

اور جو مرنے کے بعد مال کی تقسیم ہوتی ہے اُسے ترکہ اور ورثہ کہا جاتا ہے جس کی تقسیم کے اصول وضوابط قرآن کریم کی سورۂ نساء میں ذکر کئے گئے

زندگی میں تقسیم:

انسان اپنی زندگی میں بحالتِ صحت اپنا مال جسے چاہے جتنا چاہے دے سکتا ہے اسی طرح اولاد میں بھی اپنے مال کی تقسیم جس طرح چاہے کرسکتا ہے اس کی تقسیم نافذ ہوجائے گی چنانچہ امام ابوبکر احمد بن حسین بیھقی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:۔

بکیر نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے کہ ان کے والد اپنی کچھ اولاد کو اپنے مال واسباب میں سے حصہ دیتے سوائے دوسروں کے اور فرمایا خبر دی ہمیں، وہب نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے سعید بن ابی ایوب نے، وہ روایت کرتے ہیں بشیر بن اَبی سعید سے، وہ روایت کرتے ہیں عمر بن منکدر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كُلُّ ذِىْ مَالٍ أَحَقُّ بِمَالِهٖ

یعنی، ہر مال والا اپنے مال کا زیادہ حقدار ہے،

ابن وہب نے فرمایا:

اس مال کا جو چاہے کرے۔

(السنن الکبری للبیھقی، المجلد (٦)، کتاب الھبات، باب (١٠) ما یستدل به علی

أن أمره بالتسوية بينهم فى العطية على الإختيار دون الإيجاب ، ص ۲۹٦ ، الحديث ۱۲۰۰۷)

اسلام کا درس:

مگر اسلام نے اولاد کو مال واسباب دینے میں عدل ومساوات کا درس دیا ہے۔ چنانچہ علامہ علاؤالدین ابوبکر مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:۔

ینبغی للرجل أن یعدل بین أولاده فی النحلی ، لقوله سبحانه تعالیٰ :

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ (النحل : ۱۲/۹۰)

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ، المجلد (۸) ، کتاب الهبة ، فصل : فی شرائط الهبة ، ص ۱۱۳)

یعنی، مرد کو چاہیئے کہ وہ اولاد کو دینے میں انصاف کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

''بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا''

ظلم سے ممانعت:

اور کسی کو دینا اور کسی کو نہ دینا حدیث شریف میں ظلم قرار دیا گیا ہے اور برابر دینے کا حکم دیا گیا چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔

احادیث نبویہ:

۱) عن النعمان بن بشیر :۔

أَنَّ أَبَاهُ أَتٰی بِهٖ إِلٰی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ : إِنِّی نَحَلْتُ ابْنِی هٰذَا

غُلَاماً ، فَقَالَ " أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ ؟ " قَالَ : لا ، قَالَ : "فَارْجِعْهُ "

رواه البخاری فی " صحیحه " فی کتاب البهة ، باب الهبة للولد (برقم : ٢٥٨٦) ،

ورواه مسلم فی " صحیحه " ،

وفیه : فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ":

أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هَذَا ؟

(کتاب الهبات ، باب کراهیة تفضیل بعض الأولاد فی الهبة، برقم : ٩/١٦٢٣)

یعنی ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے ، عرض کی: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اس کی مثل ہبہ کیا ہے؟ عرض کی: نہیں، فرمایا: (اس ہبہ سے) رجوع کرلے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان "فارجعه" کے تحت علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی لکھتے ہیں:۔

ومنها أنه لو نحل البعض وفضّله ، یصحّ ، لقوله ﷺ : " اِرجِعْهُ " ولو لم یصح لما احتاج إلى الرجوع

(شرح السنة ، المجلد (٤) ، کتاب العطایا والهدایا ، باب الرجوع فی الهبة للولد الخ ، ص ٤٢٦ ، برقم : ٢١٩٥)

یعنی ، اگر کچھ اولاد کو عطیہ دے اور (ہبہ میں) اُسے ترجیح دے تو درست ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "رجوع کرلے" اور اگر ہبہ صحیح نہ ہوتا تو رجوع کی حاجت نہ ہوتی۔

۲) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر فرمایا:۔

أَعْطَانِى أَبِى عَطِيَّةً ، فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ : لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ : إِنِّى أَعْطَيْتُ ابْنِى مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً ، فَأَمَرَتْنِى أَنْ أُشْهِدَكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ: "أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا ؟ " ، قَالَ : لَا ، قَالَ :" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ " قَالَ : فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ

رواه البخاری فی "صحیحه" فی کتاب الهبة ، باب الإشهاد فِي الْهِبَةِ (برقم : ٢٥٨٧)

یعنی، میرے والد نے مجھے عطیہ دیا، تو (میری والدہ) عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم (میرے بیٹے کے اس ہبہ پر رسول ﷺ کو گواہ نہ کرلو، تو میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، عرض کی: میں نے عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بیٹے کو عطیہ دیا ہے، تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں اس پر اے اللہ کے رسول! آپ کو گواہ بناؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے اپنی ساری اولاد کو اس کی مثل دیا ہے؟'' (حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے) عرض کی: نہیں، فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو'' راوی کہتے ہیں وہ لوٹ کر واپس آئے اور عطیہ واپس لے لیا۔

۳) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:۔

سَأَلَتْ أُمِّى أَبِى بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ مِنْ مَالِهِ ، ثُمَّ بَدَالَهُ فَوَهَبَهَا لِى ، فَقَالَتْ : لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ النَّبِىَّ ﷺ فَأَخَذَ بِيَدِى وَأَنَا غُلَامٌ" فَأَتَى بِى النَّبِىَّ ﷺ ، فَقَالَ : أُمُّهُ بِنْتُ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِى بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا ، قَالَ : " أَلَكَ

وَلَدٌ سِوَاهُ ؟ " قَالَ نَعَمْ : قَالَ : أُرَاهُ : "لَا تُشْهِدْنِی عَلٰی جَوْرٍ"

رواہ البخاری فی "صحیحہ" فی کتاب الشھادات ، باب : لایشھد علی شھادۃ جور إذا أشھد (برقم : ۲۶۵۰) ۔

یعنی ، میری والدہ (عمرہ بنت رواحہ) نے میرے والد (بشیر) سے درخواست کی کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ مال کو ہبہ کریں ، (میرے والد نے ایک سال تک یہ معاملہ ملتوی رکھا) ، پھرانہیں اس کا خیال آیا توانہوں نے کچھ مال مجھے ہبہ کیا،تو میری والدہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گی (جب تک میرے بیٹے کے ہبہ پر) نبی ﷺ کو گواہ نہ بنالو،توانہوں نے میراہاتھ پکڑا حالانکہ میں اس وقت نوعمر لڑکا تھا، پس مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے ،عرض کی: یارسول اللہ! اس کی ماں (عمرہ) بنت رواحہ نے کہا: میں اپنا کچھ مال اس کو ہبہ کروں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیاتمہاری اس کے علاوہ بھی اولاد ہے؟'' انہوں نے عرض کی: جی ہاں، راوی کہتے ہیں میراخیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ''

اسی طرح اس حدیث کوامام ترمذی نے اپنی "جامع و سنن" (أبواب الأحکام عن رسول ﷺ ، باب : ماجاء فی النحل والتسویۃ بین الولد ، برقم : ۱۳۶۷) میں روایت کیااور کہا :۔

هذا حديث حسن صحيح

اورابن ماجہ نے اپنی "سنن" (أبواب الھبات ، باب الرجل ینحل ولدہ ، برقم : ۲۳۷۵) میں راویت کیا،اس روایت کی بناپر کہا گیا کہ:۔

حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کا عطیہ نافذ نہ ہوا تھاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

مشورہ کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور وہ اس سے رُک گئے۔

٤) عن نعمان بن بشیر قال :۔

أَتَى بِی أَبِی إِلَى رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ فقال : إِنِّی نَحَلْتُ ابْنِی هَذَا غُلَاماً ، فقال : " أَكُلَّ بَنِیكَ نَحلتَ ؟ " قَالَ : لَا ، قَالَ : " فَارْدُدْهُ "

رواه مسلم فی " صحیحه " فی كتاب الهبات ، باب كراهیة تفضیل بعض الأود فی الهبة (برقم : ١٠/١٦٢٣)

یعنی، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میرے والد مجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے، عرض کی: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ہبہ کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: نہیں، تو فرمایا: ''اس کو بھی واپس لے لو''۔

اس روایت اور اس کی مثل روایات کی بنا پر کہا گیا کہ اگر کوئی شخص بلا وجہ شرعی اپنی کسی اولاد کو ہبہ میں ترجیح دے تو اس کا ہبہ درست ہو جائے گا کیونکہ حضور ﷺ کا حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کو ہبہ سے رجوع کا حکم فرمانا اس کی دلیل ہے کہ ہبہ درست ہو جاتا ہے اور اگر ہبہ درست نہ ہوا ہوتا تو انہیں رجوع کا حکم نہ دیا جاتا

۵) حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی:۔

قَالَ: وَقَدْ أَعْطَاهُ أَبُوهُ غُلَاماً ، فَقَالَ لَهُ النبی ﷺ : "مَاهَذَا الْغُلَامُ ؟" قَالَ : أَعْطَانِیهِ أَبِی ، قَالَ : "فَكُلَّ إِخْوَتِهِ أَعْطَیْتَهُ كَمَا أَعْطَیْتَ هَذَا ؟ " قَالَ : لَا ، قَالَ : " فَرُدَّهُ "

رواه مسلم فی " صحیحه " فی کتاب الهبات ، باب کراهیة تفضیل بعض الأولاد فی الهبة (برقم : ١٦٢٣/١٢)

یعنی، فرماتے ہیں: ان کے والد نے انہیں ایک غلام (بطور ہبہ) دیا، تو نبی ﷺ نے ان سے (یعنی حضرت نعمان سے) فرمایا: ''یہ غلام کیسا ہے؟'' آپ نے عرض کی: میرے والد نے مجھے عطا کیا ہے، تو (آپ ﷺ نے میرے والد سے) فرمایا: ''تم نے اس کے تمام بھائیوں کو (غلام) دیا ہے جیسا کہ اسے دیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: نہیں، فرمایا: ''پھر اس کو واپس لے لو''

٦) عن النعمان بن بشیر :۔

قال : تَصَدَّقَ عَلَیَّ أَبِی بِبَعْضِ مَالِهِ فَقَالَتْ أُمِّی عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ : لَا أَرْضَی حَتّٰی تُشْهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، فَانْطَلَقَ أَبِی إِلَی النَّبِیِّ ﷺ لِیُشْهِدَهُ عَلَی صَدَقَتِی ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : "أَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ ؟" قَالَ : لَا ،قَالَ : "اتَّقُو اللّٰهَ وَاعْدِلُوا فِی أَوْلَادِكُمْ " ، فَرَجَعَ أَبِی ، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ

رواه مسلم فی " صحیحه " فی کتاب الهبات ، باب کراهیة تفضیل بعض الأولاد فی الهبة (برقم : ١٦٢٣/١٣)

یعنی، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: میرے والد نے مجھے اپنا کچھ مال دیا، تو میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ کرلو، تو میرے والد مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے تاکہ وہ مجھے دیئے ہوئے صدقہ پر آپ ﷺ کو گواہ کرلیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''کیا تم نے اپنی تمام اولاد کے ساتھ ایسا کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: نہیں، آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو" تو میرے والد لوٹ گئے، اور وہ صدقہ واپس لے لیا۔

۷) امام شعبی روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ :۔

أَنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْ أَبَاهُ بَعْضَ الْمَوْهُوبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا، فَالْتَوَىٰ بِهَا سَنَةً، ثُمَّ بَدَالَهُ، فَقَالَتْ: لَا أَرْضَىٰ حَتَّىٰ تُشْهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَلَىٰ مَا وَهَبْتَ لِابْنِي، فَأَخَذَ بِيَدِي، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ، فَأَتَىٰ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمَّ هٰذَا، بِنْتَ رَوَاحَةَ، أَعْجَبَهَا أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى الَّذِي وَهَبْتُ لِابْنِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "يَا بَشِيرُ أَلَكَ وَلَدٌ" سِوَىٰ هٰذَا؟ " قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ " أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟ " قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَا تُشْهِدْنِي إِذاً، لَا أَشْهَدُ عَلَىٰ جَوْرٍ"

رواه مسلم في "صحيحه" في كتاب الهبات، باب كراهية تفضيل بعض الأولاد في الهبة (برقم: ١٦٢٣/١٤)

یعنی، انکی والدہ حضرت (عمرہ) بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے ان کے والد (حضرت بشیر رضی اللہ عنہ) سے درخواست کی کہ وہ اپنے مال سے کچھ ان کے بیٹے (نعمان) کو ہبہ کریں، انہوں نے ایک سال تک اس معاملہ کو ملتوی رکھا، پھر انہیں اس کا خیال آیا، تو (میری والدہ) نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک تم نے میرے بیٹے کو جو ہبہ کیا ہے اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ کرلو، تو میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا، میں ان دنوں نوعمر لڑکا تھا، پس وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر

ہوئے، عرض کی: یارسول اللہ! اس کی ماں بنت رواحہ چاہتی ہے کہ میں آپکو اس پر گواہ کرلوں جو میں نے اپنے بیٹے کو ہبہ کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بشیر! تمہاری اس کے علاوہ بھی اولاد ہے؟'' انہوں نے عرض کی: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے ان سب کو اس کی مثل ہبہ کیا؟'' انہوں نے عرض کی: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو مجھے گواہ نہ بنا کہ میں ظلم کے حق میں گواہ نہ بنوں گا''۔

۸) عن النعمان بن بشير :۔

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : أَلَكَ بَنُونَ" سِوَاهُ ؟ " قَالَ : نَعَم ، قَالَ : " فَكُلَّهُم أَعطَيتَ مِثلَ هذَا ؟ " قَالَ : لَا ، قَالَ : "فَلَا أَشهَدُ عَلَى جَورٍ": وفى رواية "لَا تُشهِدُ نِى عَلَى جَورٍ"

رواه مسلم فى " صحيحه " فى كتاب الهبات ، باب كراهية تفضيل بعض الأولاد فى الهبة (برقم : ١٥ ـ ١٦/١٦٢٣)

یعنی، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمہارے اس کے علاوہ اور بھی بیٹے ہیں؟'' انہوں نے عرض کی: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو تم نے ان سب کو اس کی مثل دیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر میں ظلم کے حق میں گواہی نہیں دوں گا'' اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: ''مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ''۔

اس کی مثل احادیث کے بارے میں علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:۔

وأجيب بأن الجور هو الميل عن الإعتدال والمكروه أيضاً جور ، وأنه معارض بما ثبت أنه قال َ" أَشْهِدُ عَلَيْهِ غَيْرِیْ " وقد نحل الصديق عائشة ، و عمر عاصماً دون سائر أولادهما

(البخاری بشرح الكرمانی ، المجلد (٥) ، کتاب الهبة ، باب الإشهاد فی الهبة ، ص ١٢٥

یعنی ، اس جواب بایں طور دیا گیا کہ ''جور'' اعتدال سے غیر کی طرف مائل ہونا ہے اور مکروہ بھی جور ہے اور یہ اس کے معارض ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اس پر میرے علاوہ دوسرے کو گواہ کرلو'' اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے (اپنی لخت جگر ام المومنین) عائشہ رضی اللہ عنہا کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے) عاصم رضی اللہ عنہ کو عطیہ دیا سوائے اپنی تمام اولاد کے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:۔

" لَا أَشْهَدُ عَلیٰ جَوْرٍ " ليس فيه أنه حرام لأن الجور هو الميل عن الإستواء والإعتدال ، فكلّ ماخرج عن الإعتدال فهو جور سواء كان حراماً أم مكروهاً

(الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج ، برقم : ١٦٢٣/١٥)

یعنی، اس میں اس پر دلالت نہیں کہ یہ حرام ہے کیونکہ ''جور'' استواء و اعتدال سے اس کے غیر کی طرف مائل ہونے کو کہتے ہیں پس ہر وہ جو اعتدال سے نکل جائے وہ

''جور'' ہے چاہے وہ حرام ہو یا مکروہ۔

۹) عن النعمان بن بشير قال :

انطَلَقَ بِی أَبِی یَحمِلُنِی إِلَی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! اِشهَدُ قَد نَحلتُ النُّعمَانَ كَذَا وَ كَذَا مِن مَالِی ، فَقَالَ : " أَكُلَّ بَنِيكَ قَد نَحلتَ مِثلَ مَانَحلتَ النُّعمَانَ ؟ " قَالَ : لَا ، قَالَ : "فَأَشهِد عَلَی هَذَا غَيرِی " ، ثُمَّ قَالَ أَيَسُرُّكَ أَن يَكُونُوا إِلَيكَ فِی البِرِّ سَوَاءً ؟ " قَالَ : بَلَی ، قَالَ : "فَلَا إِذاً "

رواه مسلم فی " صحيحه " فی كتاب الهبات ، باب كراهية تفضيل بعض الأولاد فی الهبة (برقم : ۱۷۲۳/۱۷)

یعنی ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں : میرے والد مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اُٹھا کر لے گئے، اور عرض کی: یارسول اللہ! آپ اس پر گواہ ہو جائیے کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو اپنے مال میں سے یہ یہ چیز دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اتنا دیا ہے جتنا نعمان کو دیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بناؤ'' پھر فرمایا: ''کیا تمہیں اچھا لگتا ہے کہ تیرے ساتھ حُسن سلوک میں تمہاری سب اولاد برابر ہو؟'' انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں، فرمایا: پھر ایسا مت کرو''۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں کہ:۔

حضور ﷺ کا حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کو فرمانا کہ ''اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ

بناؤ'' یہ اس کی دلیل ہے کہ مِلک ثابت نہ ہوتی تو یہ قول صحیح نہ ہوتا۔ اور لکھتے ہیں اس فرمان میں یہ بھی احتمال ہے کہ میں امام ہوں اور گواہ بننا امام کی شان سے نہیں، اس کی شان سے تو یہ ہے کہ وہ فیصلہ کرے اور آپ ﷺ کے اس فرمان میں عقد (ہبہ) کے درست ہونے کی دلیل ہے۔

(شرح معانی الآثار، المجلد (٤)، کتاب الهبة و الصدقة، باب الرجل ینحل بعض بینه دون بعضٍ، الحدیث: ٥٨٣٥، ص ٨٥-٨٦)

اور اسے حافظ احمد بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی امام طحاوی سے نقل کیا ہے (فتح الباری شرح صحیح البخاری، المجلد (٥)، کتاب الهبة، باب (١٣) الإشهاد فی الهبة، الحدیث: ٢٥٨٧، ص ٢٦٨)

١٠) عن النعمان بن بشیر قَالَ:

نَحَلَنِیْ أَبِیْ نُحلاً، ثُمَّ أَتَی أَبِیْ إِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ لِیُشْهِدَهُ، فَقَالَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ أَعْطَیْتَهُ هٰذَا؟ " قَالَ: لَا، قَالَ: " أَلَیْسَ تُرِیْدُ مِنْهُمُ الْبِرَّ مِثْلَ مَاتُرِیْدُ مِنْ ذَا؟ " قَالَ: بَلیٰ، قَالَ: "فَإِنِّیْ لَا أَشْهَدُ"

قال ابن عون: فحَدَّثْتُ به محمداً، فَقَالَ إنما حُدِّثْتُ أنه قال: " قَارِبُوْا بَیْنَ أَوْلَادِكُمْ "

(رواه مسلم فی " صحیحه " فی كتاب الهبات، باب كراهية تفضيل بعض الأولاد فی الهبة (برقم: ١٨/١٦٢٣)

یعنی، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ:

مجھے میرے والد نے کچھ عطیہ دیا، پھر رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ بنانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو یہ دیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: نہیں، فرمایا: ''کیا تم ان سے (اپنے لئے) ایسا حُسنِ سلوک نہیں چاہتے جیسا کہ اس سے چاہتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں، فرمایا: ''پھر میں اس پر گواہی نہ دوں گا''۔

راوی ابن عون کہتے ہیں میں نے محمد (بن اسماعیل بخاری) کو حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یہ حدیث اس طرح پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی تمام اولاد کو یکساں دو''۔

امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:۔

حدیث شریف میں '' قَارِبُوْ بَیْنَ أَوْلَادِکُمْ '' کا معنی ہے عطیہ وغیرہ میں بعض اولاد کو بعض پر ترجیح نہ دو اور بعض اولاد کو بعض سے جدا نہ کرو۔

(إكمال المعلم بفوائد مسلم ، كتاب الهبات ، باب كراهية تفصيل الخ ، (برقم : ١٦٢٣/١٨)

اور امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:۔

یہ لفظ با کے ساتھ ''جو مقاربہ'' سے ہے اور نون کے ساتھ جو ''مقارنت'' سے ہے مروی ہے۔ (یعنی قاربوا اور قارنوا) اس کا معنی ہے: سوّوا بينهم في أصل العطاء وفي قدر یعنی اولاد کے مابین اصل عطا اور اس کی مقدار میں مساوات کرو۔

(الديبا ج على صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الهبات، باب كراهية تفضيل الخ برقم: ١٦٢٣/١٨)

(١١) عن جابر، قَالَ:

قَالَتُ امْرَأَةُ بَشِيرٍ: اِنْحَلُ اِبْنِى غُلَامَكَ، وَأَشْهِدُ لِى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَأَلَتْنِى أَنْ أَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامِى، وَقَالَتُ: أَشْهِدُ لِى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: "أَلَهُ إِخْوَةٌ؟" قَالَ: نَعَم، قَالَ: أَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "فَلَيْسَ يَصْلَحُ هٰذَا، وَإِنِّى لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلٰى حَقٍ"

رواه مسلم فی "صحیحه" فی کتاب الهبات، باب کراهية تفضيل بعض الأولاد فی الهبة (برقم: ١٦٢٤/١٩)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی زوجہ (عمرہ بنت رواحہ) نے کہا: میرے بیٹے کو اپنا غلام دے دو، اور میرے لئے رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناؤ، پس وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، عرض کی: فلاں کی بیٹی نے مجھے کہا: کہ میں اس کے بیٹے کو اپنا غلام دے دوں، اور کہا: میرے لئے رسول ﷺ کو گواہ کرلو" آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا اس کے بھائی ہیں؟" انہوں نے عرض کی: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے ان سب کو اتنا دے دیا جتنا اس کو دیا ہے؟" عرض کی: نہیں، فرمایا: پھر یہ ٹھیک نہیں ہے اور میں حق کے سوا کسی اور

چیز پر گواہی نہیں دیتا"۔

حدیث نعمان و جابر رضی اللہ عنہما اور محدثین کرام:

محدّثین کرام نے حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی ان احادیث کو مختلف طُرق سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ صحاح، سنن و مسانید وغیرہا میں راویت کیا ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے اپنی "سنن" کے كتاب البيوع والإجارات، باب الرجل يفضّل بعض ولده فى النّحل (برقم: ٣٥٤٢ ـ ٣٥٤٣ ـ ٣٥٤٤ ـ ٣٥٤٥) میں، ترمذی نے اپنی "جامع وسنن" کے أبواب الأحكام عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فى النحل والتسوية بين الولد (برقم: ١٣٦٧) میں، نسائی نے "سنن المجتبى" کے كتاب النحل، باب اختلاف الناقلين لخبر النعمان بن بشير فى النّحل (برقم: ٣٧٠٢ ـ ٣٧٠٣، ٣٧٠٥ ـ ٣٧٠٦، ٣٧٠٨ ـ ٣٧٠٩ ـ ٣٧١٠ ـ ٣٧١١ ـ ٣٧١٢ ـ ٣٧١٣ ـ ٣٧١٤ ـ ٣٧١٥ ـ ٣٧١٦ ـ ٣٧١٧) میں، اور "السنن الکبریٰ" کے كتاب النحل، باب ذكر اختلاف الفاظ الناقلين لخبر النعمان بن بشير فى النحل (برقم: ٦٤٩٩/١ ـ ٦٥١٤/١٦) میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے أبواب الهبات، باب الرجل ينحل ولده (برقم: ١٧٧٦)، احمد نے "المسند" (٢٦٨/٤) میں، ابن حبان نے اپنی سند میں بترتیب صحیح ابن حبان "الإحسان" برقم: ٥٠٧٥ ٥٠٧٦ ـ ٥٠٧٧، ٥٠٧٩

میں، طحاوی نے ''شرح معانی الآثار'' (۸٤/٤ ـ ۸۵ ـ ۸٦ ـ ۸۷ ، کتاب الھبة والصدقة ، باب الرجل ینحل بعض دون بعض) میں، دار قطنی نے اپنی ''سنن'' کے کتاب البیوع (برقم : ۱۷٤) میں، بیھقی نے ''السنن الکبریٰ'' کے کتاب الھبات جماع أبواب عطیة الرجل ولدہ ، باب السنة التسویة بین الأولاد فی العطیة (برقم : ۱۱۹۹۲ میں، بغوی نے ''شرح السنۃ'' (فی کتاب العطایا والھدایا ، باب الرجوع فی الھبة للولد والتسویة بین الأولاد فی النحل ، برقم : ۲۱۹۵) میں اوران کے علاوہ شافعی اور حمیدی نے روایت کیا ہے۔ ۵۰۸۰ ـ ۵۰۸۱ ـ ۵۰۸۲) ـ

حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ایک بیٹے کو اپنا کچھ مال ہبہ کیا اور اس پر نبی ﷺ کو گواہ کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا :

کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی قدر دیا ہے تو عرض کی: نہیں تو آپ ﷺ اس پر گواہ بننے کو پسند نہ فرمایا چنانچہ ''سنن نسائی'' میں ہے:۔

فکرہ النبی ﷺ أَنْ یَشْھَدَ لَہٗ

(برقم : ۳۷۰٦ والسنن الکبری ، برقم : ٦/٦۵۰٤)

یعنی، تو نبی ﷺ نے اس پر گواہ بننے کو بُرا جانا۔

کلمات حدیث:

اور کیا ارشاد فرمایا اس کے متعلق مختلف روایات میں مختلف کلمات مروی ہیں

چنانچہ ملاحظہ ہوں:۔

۱) فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا

(صحيح مسلم ، برقم: ١٦٢٤/١٩ ، و سنن أبى داؤد ، برقم: ٣٥٤٥ ، والسنن الكبرىٰ للبيهقى ، برقم: ١١٩٩٧)

☆ پھر یہ ٹھیک نہیں۔

۲) فَلَا إِذاً

(صحيح مسلم ، برقم: ١٦٢٣/١٧ ، وسنن النسائى ، برقم: ٣٧١٠ ، والسنن الكبرىٰ للنسائى ، برقم: ٢٥٠٧/ ٩ ، وسنن ابن ماجة ، برقم: ٢٣٧٥ ، وشرح السنّة للبغوى، برقم: ٢١٩٥ ، وشرح معانى الآثار ، برقم: ٨٥٣٨ ، السنن الكبرىٰ للبيهقى ، برقم ، ١٢٠٠١ و السنن الدارقطنى ، برقم: ٢٩٤٢ ، والإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ، برقم: ٥٠٨٤)

☆ پھر ایسامت کرو۔

۳) هٰذَا جَوْرٌ

(سنن أبى داؤد ، برقم: ٣٥٤٢ ، والسنن الكرىٰ للبيهقى ، برقم: ١٢٠٠٢)

☆ یہ ظلم ہے۔

٤) هٰذَا تَلْجِئَةٌ

(سنن أبى داؤد ، برقم: ٣٥٤٢)

☆ یہ بعض کے لئے خاص کرنا ہے۔

۵)　فَارْدُدْهُ

(صحیح مسلم، برقم: ۱۰، ۱۶۲۳/۱۲، وسنن أبی داؤد، برقم: ۳۵۴۳، وجامع الترمذی، برقم: ۱۳۶۷، وسنن النسائی، برقم: ۳۷۰۷، ۳۷۰۵ ـ ۳۷۰۷ ـ ۳۷۰۸، والسنن الکبریٰ للنسائی، برقم: ۱/۲۴۹۹، ۲۵۰۲/۴ ـ ۲۵۰۳/۵، ۲۵۰۵/۷، وسنن ابن ماجه، برقم: ۲۳۷۶، وشرح معانی الآثار، برقم: ۵۸۳۳، والسنن الکبریٰ للبیهقی، برقم: ۱۱۹۹۳، ۱۲۰۰۸، وسنن الدار قطنی، برقم: ۲۹۴۵، والإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، برقم: ۵۰۷۵)

☆　پھر اس کو واپس لے لو۔

۶)　فَارْجِعْهُ

(صحیح البخاری، برقم: ۲۵۸۶، وصحیح مسلم، برقم: ۱۶۲۳/۹، وسنن النسائی، برقم: ۳۷۰۳ ـ ۳۷۰۴، والسنن الکبریٰ للنسائی برقم: ۶۵۰۰/۲، ۶۵۰۱/۳، والموطا لمحمد بن الحسن، کتاب البیوع فی التجارات والسلم، باب النحلی، وشرح معانی الآثار، برقم: ۵۸۳٤، والسنن الکبریٰ للبیهقی، برقم: ۱۱۹۹۲، وشرح السنّة، برقم: ۲۱۹۵، والإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، برقم: ۵۰۷۸)

☆　پھر اس سے رجوع کرلو۔

۷)　فَارْتَجِعْهُ

(الموطأ للامام مالك بن أنس، برقم: ۲۱٤/۳۳/۳۲، والمسند لأحمد ۲۷۱/٤۰)

☆　پھر رجوع کرلو۔

۸)　أَلَّا سَوَّیْتَ بَیْنَهُمْ

(سنن النسائی ، برقم: ٣٧١٥ ، والسنن الكبرىٰ للنسائی ، برقم: ١٤/٦٥١٢ ،

وشرح معانی الآثار ، برقم: ٥٨٤٠)

☆ ان کے مابین مساوات کیوں نہ کی۔

٩) سَوِّ بَيْنَهُمْ

(سنن النسائی ، برقم: ٣٧١٦ ، والسنن الكبرىٰ للنسائی ، برقم: ١٥/٦٥١٢ ،

والإحسان بترتيب ابن حبان ، برقم: ٥٠٧٦ ، ٥٠٧٧)

☆ ان کے مابین مساوات کرو۔

١٠) اِعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ ، اِعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ

(سنن أبی داؤد ، برقم: ٣٥٤٤ ، والسنن النسائی ، برقم: ٣٧١٦ ، والسنن الكبرىٰ

للنسائی ، برقم: ١٦/٦٥١٤ ، والسنن الكبرى للبيهقی ، برقم: ١١٩٩٩)

☆ اپنی اولاد کے مابین انصاف کرو، اپنی اولاد کے مابین انصاف کرو۔

١١) اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فی النَّحْلِ كَمَا تُحِبُّوْنَ أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَكُمْ فِی

الْبِرِّ وَاللُّطْفِ

(السنن الكبرىٰ اليهقی ، برقم: ١٢٠٠٣ ، الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان برقم:

٥٠٨٢)

☆ اپنی اولاد کے مابین عطیہ میں انصاف کرو جیسا کہ ان کا تمہارے درمیان نیکی و مہربانی میں برابری کرنا تمہیں پسند ہے۔

١٢) اتَّقُوا اللّٰه ، وَاعْدِلُوا فِی أَوْلَادِكُمْ

(صحيح مسلم ، برقم: ١٦٢٣/١٣)

☆ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔

۱۳) فَاتّقوا اللّٰہ ، وَاعدِلُوا فِی بَینَ أَولَادِکُم

(صحیح البخاری ، برقم : 2587 ، والسنن الکبریٰ للبیھقی ، برقم : ١٩٩٤ ، وشرح السنّة للبغوی، برقم : ٢١٩٥)

☆ پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے مابین انصاف کرو۔

١٤) اعدِلُوا بَینَ أَولَادِکُم فی العَطِیَّةِ

(صحیح البخاری ، رواہ تعلیقاً فی باب الھبة للولد الخ)

☆ عطیہ میں اولاد کے مابین عدل کرو۔

١٥) قَارِبُوا بَینَ أَولَادِکُم

(صحیح مسلم ، برقم : ١٦٢٣/١٨ ، والسنن الکبریٰ للبیھقی ، برقم : ١٢٠٠٤)

☆ اپنی تمام اولاد کو برابر دو۔

١٦) أَلَیسَ یَسُرُّکَ أَن یَکُونُوا لَکَ فِی البِرِّ وَاللُّطفِ سَواءً ؟

(سنن أبی داؤد ، برقم : ٣٥٤٢ ، والسنن الکبری للبیھقی ، برقم : ١٢٠٠١)

☆ کیا تمہیں اچھا نہیں لگتا ہے کہ تیرے ساتھ حُسنِ سلوک اور تجھ پر مہربان ہونے میں برابر ہوں؟

١٧) أَیَسُرُّکَ أَن یَکُونُوا فِی البِرِّسَواءً ؟ قَال بَلیٰ : قَالَ : فَلَا إِذاً

(سنن ابن ماجه ، برقم : ٢٣٧٥)

☆ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ وہ (تیرے ساتھ) اچھا سلوک کرنے میں برابر

ہوں......؟ عرض کی: کیوں نہیں فرمایا: پھر ایسا مت کر۔

۱۸) أَلَيسَ تُرِيدُ مِنهُم البِرَّ ما تُرِيدُ مِنْ هٰذا ، قَالَ : بَلىٰ ، قَالَ فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ

(السنن الكبرى للبيهقي ، برقم : ١٢٠٠٤)

☆ کیا تم اُن سے حسن سلوک نہیں چاہتے جو اس سے چاہتے ہو، عرض کی: کیوں نہیں، فرمایا: پس میں گواہی نہیں دیتا۔

۱۹) سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُم فِي الْعَطِيَّةِ كَمَا تُحِبُّونَ أَنْ يُسَوُّوا بَيْنَكَ فِي الْبِرِّ

(شرح معاني الآثار ، برقم :٥٨٣٦ ، عمدة القاری ، برقم : ٢٥٨٧ ، ٤٠٧/٩)

☆ اپنی اولاد کے مابین داد و دہش میں برابری کرو جیسے تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ حسن سلوک میں برابری کریں۔

۲۰) سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُم فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلاً أَحَداً لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ

(السنن الكبرىٰ للبيهقي ، برقم : ١٢٠٠٠، والتمهيد ٤١٣/٣ ، وفتح الباری شرح صحيح البخاری ، ٢٦٨/٥)

☆ اپنی اولاد کے مابین عطیہ دینے میں برابری کرو، میں اگر ترجیح دیتا تو عورتوں کو ترجیح دیتا۔

۲۱) إِنَّ لَهُمْ عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ أَنْ تَعْدِلَ بَيْنَهُمْ كَمَا أَنَّ لَكَ عَلَيْهِم مِنَ الْحَقِّ أَنْ يَبَرُّوكَ

(السنن أبی داوٗد ، برقم : ۳۵۴۲ ، والسنن الکبریٰ للبیھقی ، برقم : ۱۲۰۰۲)

☆ بے شک ان کا تجھ پر حق ہے کہ تو ان میں انصاف کرے جیسا کہ تیرا اُن پر حق ہے کہ وہ تیرے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

۲۲) إِنَّ عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ أَنْ تَعْدِلَ بَيْنَ وَلَدِكَ كَمَا عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ أَنْ يَبَرُّوكَ

(السنن الکبریٰ للبیھقی ، برقم : ۱۱۹۵۶)

☆ بے شک تجھ پر حق ہے کہ تو اپنی اولاد کے مابین عدل کرے جیسا کہ ان پر حق ہے کہ وہ تیرے ساتھ اچھائی کریں۔

۲۳) فَلَا تُشْهِدْنِي إِذاً

(صحیح مسلم ، برقم : ۱۶۲۳/۱۴ ، السنن النسائی ، برقم : ۳۷۱۱ ـ ۳۷۱۲)

☆ تو مجھے گواہ مت بناؤ۔

۲۴) فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ

(صحیح مسلم ، برقم : ۱۶۲۳/۱۸)

☆ تو میں (اس پر) گواہی نہیں دوں گا۔

۲۵) أَأَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ

(السنن النسائی ، برقم : ۳۷۱۴)

☆ کیا میں ظلم پر گواہی دوں۔

۲۶) فَلَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ

(صحیح البخاری ، برقم : ۲٦٥٠ ، والسنن النسائی ، برقم : ۳۷۱۳ ، والسنن الکبریٰ للنسائی ، برقم : ۱۲/۲٥۱۰ ، والإحسان بترتیب صحیح ابن حبان ، برقم : ٥۰۸۰ ، ٥۰۸۱ ، ٥۰۸۳)

☆ تو مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔

۲۷) فَإِنِّی لَا أَشْهَدُ عَلٰی جَوْرٍ

(صحیح مسلم ، برقم : ٤ ، ۱٥ـ۱٦/۱٦۲۳ ، وسنن النسائی برقم : ۳۷۱۱ - ۳۷۱۲ ، والسنن الکبریٰ للنسائی ، برقم : ۱۰/٦٥۰۸ ، ۱۱/٦٥۰۹ ، والسنن الکبریٰ للبیهقی ، برقم : ۱۱۹۹٥ ، ۱۱۹۹۷ ، والإحسان بترتیب صحیح ابن حبان ، برقم : ٥۰۸٥)

☆ تو میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔

۲۸) لَيْسَ مِثْلِی يَشْهَدُ هٰذَا ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُحِبُّ أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ كَمَا يُحِبُّ أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ أَنْفُسِكُمْ

(السنن الدارقطنی ، برقم : ۲۹٤٤)

☆ میری مثل یہ گواہی نہیں دیتا ، اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے مابین انصاف کرو جیسا کہ وہ دوست رکھتا ہے کہ تم اپنی جانوں میں انصاف کرو۔

۲۹) وَإِنِّی لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلٰی حَقٍّ

(صحیح مسلم ، برقم : ۱۹/۱٦۲٤ ، والسنن أبی داؤد ، برقم : ۳٥٤٥ ، وشرح معانی الآثار ، برقم : ٥۸٤۱ ، والإحسان بترتیب ابن حبان ، برقم : ٥۰۷۹ ، ٥۰۸۲)

☆ میں حق کے سوا کسی اور چیز پر گواہی نہیں دیتا

(۳۰) لَا تُشهِدنِی إِلَّا عَلیٰ عَدلٍ

(والإحسان بترتیب صحیح ابن حبان ، برقم : ۵۰۸۵)

☆ مجھے انصاف کے سوا کسی اور چیز پر گواہ نہ بنا۔

(۳۱) فَاشهِد عَلیٰ هٰذا غَیرِی

(السنن أبی داؤد ، برقم : ۳۵۴۲ ، وشرح معانی الآثار ، برقم : ۵۸۳۵ ، والإحسان بترتیب صحیح ابن حبان ، برقم : ، ۵۰۸۴)

☆ تو اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو۔

(۳۲) أَلَیسَ یَسُرُّكَ أَن یَکُونُوا لَكَ فِی البِرِّ وَاللُّطفِ سَواءً ؟ قَالَ نَعَم ، قَالَ فَأَشهِد عَلیٰ هٰذا غَیرِی

(السنن أبی داؤد ، برقم : ۳۵۴۶)

☆ کیا تمہیں اچھا لگتا ہے کہ وہ سب تیرے ساتھ اچھائی کرنے میں برابر ہوں؟ عرض کی: کیوں نہیں، فرمایا: تو اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ کرلو۔

(۳۳) أَیَسُرُّكَ أَن یَکُونُوا إِلَیكَ فِی البِرِّ کُلُّهُم سَوَاءً ؟ قَالَ : بَلیٰ ، قَالَ فَأَشهِد عَلیٰ هٰذا غَیرِی

(شرح معانی الآثار ، برقم : ۵۸۳۵ ، و السنن الکبریٰ للبیهقی ، برقم : ۱۲۰۰۱)

☆ کیا تمہیں اچھا لگتا ہے کہ تیری اولاد تیرے ساتھ نیکی کرنے اور تجھ پر مہربان ہونے میں برابر ہو؟ عرض کی: جی ہاں فرمایا، تو اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو۔

۳۴) فَأَشْهِدْ عَلَى هَذَا غَيْرِي ، أَلَيْسَ يَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا لَكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً، قَالَ : بَلَى ، قَالَ فَلَا إِذاً

(السنن الدار قطنی ، برقم : ۲۹۴۲)

☆ پس اس پر میرے سوا اور کو گواہ کر لے۔

حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے حدیث نعمان کے چند طرق میں وارد کچھ الفاظ (جیسے "فَارْتَجِعْهُ"، "فَارْجِعْهُ" "فَارْدُدْهُ" : "قَالَ : لَا ، فَأَبَى أَنْ يَشْهَدَ" ، "فَاتَّقُوا اللهَ ، وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ" "هَذِهِ تَلْجِئَةٌ" ، "هَذَا جَوْرٌ" ، "فَاشْهِدْ عَلَى هَذَا غَيْرِي" اوران کے علاوہ دیگر الفاظ) ذکر کرنے کے بعد لکھا:۔

یہ تمام الفاظ جواز عطیہ پر دلالت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اسے اس لئے ناپسند فرمایا کہ آپ کو (والد کے اس فعل سے) اس کے بیٹوں پر عقوق (نافرمانی) کے داخل ہونے کا خوف تھا۔ اوران الفاظ میں اس پر دلالت نہیں کہ آپ ﷺ نے عطیہ واپس لینے کا حکم فرمایا (الإستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار وعلماء لأقطار ، المجلد (۷)، كتاب الأقضية ، باب مالا يجوز من النحل، ص ۲۶)

عدل کا حکم:

فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں:۔

وعلى الأب أن يعدل بين أولاده فى الهبة

(فتاوىٰ النوازل ، كتاب الهبة ، قبل فصل : فى الصدقة ، ص ۲۴۸)

یعنی، باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کے مابین ہبہ میں انصاف کرے۔

اورعلامہ شمس الدین محمد بن محمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:۔

فالمذهب أنه ينبغي للوالد أن سوّى بين الأولاد فى العطية

(المبسوط (شرح الكافى)، المجلد (٦)، الجزء (١٢)، كتاب الهبة، ص ٥٠)

یعنی، مذہب (حنفی) یہ ہے کہ والد کو چاہیئے کہ وہ اولاد کے مابین عطیہ میں مساوات کرے۔

اورعلامہ ناصر الدین ابوالقاسم محمد بن یوسف سمرقندی حنفی متوفی ۵۵۶ھ لکھتے ہیں:۔

على الأب العدل بين الأولاد

(الملتقط فى الفتاوى الحنفية، كتاب الهبة والصدقة، مطلب: على الأب الخ، ص: ٣١٠)

علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوشی الحنفی متوفی ۵۶۹ھ اوران کے حوالے سے فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:۔

وينبغي أن يعدل بين أولاده فى العطية

(الفتاویٰ السراجية، كتاب الهبة، باب أحكام الهدايا، ص ٩٦)، (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، المجلد (٣)، كتاب الهبة، ص ٣٥٨)

یعنی، اپنی اولاد کے مابین عطایا (وہبہ) میں انصاف کرنا چاہیئے۔

لہٰذا والد یا والدہ جب بھی اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو اُسے چاہئے کہ بلا وجہ شرعی

ہبہ میں اپنی کسی اولاد کو دوسری اولاد پر ترجیح نہ دے اور اگر اس نے بلا وجہ شرعی ترجیح دی

تو یہ فعل حرام نہ ہوگا بلکہ مکروہ ہوگا چنانچہ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ

باب الإشهاد فی الهبة میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت

لکھتے ہیں :۔

فیه أنه ینبغی أن یسوّی بین أولاد فی الهبة ذکوراً أو إناثاً ، فلو

وهب لبعضهم دون بعض فلیس بحرام بل مکروه والهبة صحیحة

(البخاری بشرح الکرمانی ، المجلد (٥) ، کتاب الهبة ، باب الإشهاد فی الهبة ،

برقم ٢٤١٦ ، ص ١٣٤)

یعنی، اس حدیث میں ہے کہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں مرد کو چاہیے کہ اپنی اولد کو

ہبہ کرنے میں برابری کرے، پس اگر ان میں کچھ کو دیا دوسروں کو نہ دیا تو یہ حرام نہیں

بلکہ مکروہ ہے اور ہبہ ہو جائے گا۔

مذاہبِ اربعہ:

بغیر کسی سبب کے بعض اولاد کو دینے میں ترجیح دینے کے بارے میں علماء کا

اختلاف ہے چنانچہ علامہ ابو الحسین علی بن حلف بن عبدالملک المعروف با بن بطال

لکھتے ہیں:۔

اختلف العلماء فی الرجل ینحل بعض ولده دون بعض

(شرح صحيح البخاری لابن بطال ، المجلد (۷) كتاب الهبة ، باب الهبة للولد ، ص ۹۸)

یعنی، علماء کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو اپنی اولاد میں سے بعض کو دے اور دوسروں کو نہ دے۔

مذاہب اربعہ میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی کے ہاں اولاد میں سے عطیہ میں بعض کو بعض پر ترجیح دینا مکروہ ہے نہ کہ حرام اور امام احمد کے نزدیک حرام ہے۔

چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں :۔

فمذهب الشافعی و مالك وأبی حنيفة أنه مكروه ليس بحرام والهبة صحيحة

(شرح صحيح مسلم للنووی ، المجلد (٦) ، الجزء (١١) كتاب الهبة ، باب كراهية تفضيل بعض الأولاد فی الهبة ، رقم الحديث : ١٦٢٣ ، ص ٥٦)

یعنی، پس امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے نہ کہ حرام اور ہبہ صحیح ہے۔

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ "شرح موطا" میں حدیثِ نعمان کے تحت لکھتے ہیں :۔

قلتُ : فی شرح السنة : ذهب الشافعی وأبو حنيفة إلى أن تفضيل بعض الأولاد على بعض فی النحل مكروه ، ولو فعل نفذ

(المسوّیٰ شرح الموطّا ، كتاب الهبة ، بـاب : يكره أن يؤثر بعض أولاده بالنحل دون

الآخرين، ص ٦٦)

یعنی، میں حدیث کی شرح میں کہتا ہوں کہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ اس طرف گئے کہ بعض اولاد کو دوسری اولاد پر عطیہ میں ترجیح دینا مکروہ ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو عطیہ نافذ ہوجائے گا۔

امام نووی لکھتے ہیں:۔

وقال طاؤس، وعروة، ومجاهد، والثورى، وأحمد، و اسحاق، وداؤد حرام

(شرح صحيح مسلم للنووى، المجلد (٦)، الجزء (١١) كتاب الهبة، باب كراهية تفضيل بعض الأولاد فى الهبة، رقم الحديث: ١٦٢٣، ص: ٥٦)

یعنی، طاؤس، عروہ، مجاہد، ثوری، احمد بن حنبل، اسحاق اور داؤد ظاہری نے کہا کہ حرام ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ لکھتے ہیں:۔

احتج به من أوجب التسّوية فى عطية الأولاد وهو قول طاؤس، والثورى وأحمد و إسحاق، كما ذكرناه، وقال به بعض المالكية، ثم المشهور عن هؤلاء: أنها باطلة، وعن أحمد: يصح ويجب عليه أن يرجع، وعنه: يجوز التفاضل إن كان له سبب، كإحتياج الولد لزمانته أو دينه أونحو ذلك

یعنی، اس حدیث سے دلیل پکڑی اس نے جس نے اولاد کے مابین عطیہ

میں مساوات کو واجب قرار دیا، یہی قول ہے طاؤس، ثوری، احمد کا اور بعض مالکیہ نے بھی یہی کہا۔ پھر ان سب کے ہاں مشہور یہی ہے کہ اگر بعض سے بعض کو زیادہ دے گا تو ہبہ باطل ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ ہبہ صحیح ہے اور ہبہ کرنے والے کے لئے اس ہبہ سے رجوع کرنا واجب ہے، تیسری روایت ہے کہ اگر اولاد میں سے کسی کو زیادہ احتیاج ہو مثلاً وہ معذور ہو یا اس پر قرض ہو تو زیادہ دینا جائز ہے۔

وقال أبو يوسف :

تجب التسوية إن قصد بالتفضيل الإضرار ، وذهب الجمهور إلى أن التسوية مستحبة : فإن فضل بعضاً صح و كره ، و حملوا الأمر على الندب والنهى على التنزيه

(عمدة القارى شرح صحيح البخارى ، المجلد (۹) كتاب (۵۱) الهبة ، باب الإشهاد فى الهبة ، رقم الحديث ۲۵۸۷ ، ص : ۴۰۶)

یعنی، امام ابو یوسف فرماتے ہیں: اگر کچھ اولاد کو زیادہ دے کر دوسروں کو ضرر پہنچانے کا ارادہ ہو تو مساوات واجب ہے اور جمہور کا مؤقف ہے کہ مساوات مستحب ہے اور بعض کو بعض سے زیادہ دینا مکروہ (تنزیہی) ہے اور حدیث میں مساوات کا امر استحباب پر اور زیادہ دینے سے ممانعت (کراہت) تنزیہ پر محمول ہے۔

اسی طرح حافظ احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی ’’فتح الباری شرح صحیح البخاری‘‘ (المجلد (۵) ، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها ، باب

الإشهاد فی الهبة ، الحدیث : ۲۵۸۷ ، ص ۲٦۸) میں ذکر کیا۔

اورحافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر متوفی ۴٦۳ ھ لکھتے ہیں اورامام مالک، لیث ثوری، شافعی، ابوحنیفہ اوران سب کے اصحاب نے فرمایا:۔

اس میں کوئی حرج نہیں عطیہ و ہبہ میں کچھ اولاد کو دوسروں پر ترجیح دے اور ایک کواپنی تمام اولاد پر عطیہ میں ترجیح دے، وہ اس کے باجوداسے مکروہ جانتے ہیں اور عطایا میں سب بیٹوں کو برابر دینا ان سب کے نزدیک پسندیدہ ہے

(الإستذکار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار وعلماء الأقطار ، المجلد (۷) ، کتاب الأقضیة ، باب (۳۳) ، مالا یجوز من النحل ، ص : ۲۲۷)

اوردوسری کتاب میں لکھتے ہیں علماء کا اس پراجماع ہے عطیہ میں بیٹوں کے مابین مساوات مستحب ہے سوائے اہل ظاہر کے جنہوں نے وجوب کا قول کیا

(التمهید لما فی الموطا من المعانی والمسانید ، المجلد (۳) ، باب المیم ، محمد بن شهاب الزهری ، ص ۲۱۳)

اوراسی کتاب میں لکھتے ہیں امام مالک، ثوری، شافعی اور جن فقہاء نے ان کے قول کے مطابق قول کیا سب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ عطیہ میں بیٹوں کے مابین ترجیح کوترک کرنا مستحب ہے اور جب ترجیح واقع ہوئی تو وہ عطیہ نافذ ہوجائے گا، اوراس کی غایت یہ ہے کہ اس نے اس میں افضل کو ترک کیا جیسا کہ کوئی شخص اپنے محارم کو چھوڑ کر غیر کو ہبہ کرے تو وہ افضل کا تارک ہوگا (جبکہ محارم میں زیادہ محتاج ہوں) باوجوداس کے کہ اس کا ہبہ نافذ ہوجائے گا۔ (التمهید ۴۱۲/۳)

اور امام ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:۔

قال الإمام فی هذا الحدیث فوائد منها ، استحباب التسویة بین الأولاد فی النحل وفی غیرها من أنواع البرِّ حتی فی القُبل ، ذکوراً کانو أو أناثاً الخ

(شرح السنة ، المجلد (٤) ، کتاب العطایا والهدایا ، باب الرجوع فی الهبة ، لولد الخ ، ص : ٤٢٦)

یعنی، امام شافعی فرماتے ہیں اس حدیث (جس میں حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کو ہبہ سے رجوع کا حکم دیا گیا) میں کئی فوائد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ بیٹا ہو یا بیٹی اولاد کے مابین عطیہ و ہبہ اور نیکی کی جملہ انواع میں حتی کہ بوسہ دینے میں مساوات مستحب ہے۔

حرام کہنے والوں کی دلیل:

امام نووی لکھتے ہیں:۔

واحتجوا بروایة " لَا أَشْهَدُ عَلٰی جَوْرٍ " وبغیرها من ألفاظ الحدیث

(شرح صحیح مسلم للنووی ، المجلد (٦) الجزء (١١) ، کتاب الهبة ، باب کراهیة تفضیل بعض الأولاد فی الهبة ، رقم الحدیث : ١٦٢٣ ، ص : ٥٦)

یعنی، حرام کہنے والوں نے "میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا" والی روایت اور اس کے علاوہ دیگر الفاظ حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔

استحباب کی دلیل:

اور ہبہ کے جواز مع الکراہتہ کے قائلین کی دلیل حضور ﷺ کا فرمان:۔

''اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو'' ہے۔

چنانچہ علامہ نووی لکھتے ہیں:۔

واحتج الشافعی وموافقوه بقوله ﷺ ''فَأَشْهِدْ عَلٰی هٰذَا غَيْرِی'' ولو كان حراماً أو باطلاً لما قال هذا الكلام

یعنی، اور امام شافعی اور ان کے ساتھ موافقت کرنے والوں کی دلیل نبی ﷺ کا فرمان: ''اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو'' ہے اور اگر یہ حرام یا باطل ہوتا تو حضور ﷺ اس سے یہ کلام نہ فرماتے۔

فان قيل :قاله تهديداً ۔ قلنا الأصل فی كلام الشارع غير هذا ويحتمل عند إطلاقه صيغة إفعل على الوجوب أو الندب فإن تعذر ذلك فعلى الإباحة

(شرح صحيح مسلم للنووی ، المجلد (٦) ، الجزء (١١) ، كتاب الهبات ، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد فی الهبة، رقم الحديث : ١٦٢٣، ص ٥٦ ۔ ٥٧)

یعنی، پس اگر کہا جائے کہ نبی ﷺ نے یہ تہدیداً (خوف دلانے کے لئے) فرمایا، ہم کہیں گے کلام شارع میں اصل اس کا غیر ہے اور افعل (یعنی امر) کا صیغہ اپنے اطلاق کے وقت وجوب یا ندب کا احتمال رکھتا ہے پھر اگر وہ متعذر ہو تو اباحت پر

محمول ہوگا۔

اور مساوات استحباب پر محمول ہے:

علماء کرام نے حدیثِ نعمان کا جواب دیتے ہوئے اس میں مساوات کے امر کو نُدب (استحباب) پر محمول کیا ہے۔

1۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو ہبہ کیا گیا مال ان کے والد کا کل مال تھا، تو اس لئے (نبی ﷺ نے ان کے والد کو اس ہبہ سے) منع کیا۔

(عمدة القاری ۹/٤٠٤، وفتح الباری: ٥/٢٦٨)

سید سابق نے ''فقہ السنۃ'' میں لکھا ہے کہ:

اسے ابن عبدالبر نے حکایت کیا ہے (ص ۹۶۴) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ''فتح الباری شرح بخاری'' میں لکھا ہے کہ حکاہ ابن عبدالبر عن مالك، علامہ عینی اور عسقلانی لکھتے ہیں: اس جواب کا رد کیا گیا کہ حدیثِ نعمان کے کثیر طُرُق میں بعض مال کے ہبہ کی تصریح ہے، اور قرطبی نے فرمایا: تاویلات میں سے سب سے بعید تاویل یہ ہے کہ کہا جائے حدیثِ نعمان میں نہی (منع) اس کو شامل ہے جو اپنا کل مال کسی ایک اولاد کو ہبہ کردے جیسا کہ علامہ سحنون اسی طرف گئے۔ جس نے یہ تاویل کی اس نے گویا کہ نفسِ حدیث میں یہ نہیں سُنا کہ موہوب ایک غلام تھا، حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے نعمان کو اس وقت ہبہ کیا تھا جب حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی والدہ نے ان کو کچھ مال ہبہ کرنے کا سوال کیا، فرمایا یہ بات قطعی طور پر

معلوم ہے کہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کے علاوہ اور بھی مال تھا۔

(عمدة القاری ۴۰۸/۹ ۔ وفتح الباری ۲۶۸/۵)

2۔ عطیہ مذکورہ نافذ نہ ہوا تھا، حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے والد حضرت بشیر رضی اللہ عنہ تو نبی ﷺ کی بارگاہ میں مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرے'' پھر حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے اس ارادے کو ترک کر دیا، اسے امام طحاوی نے حکایت کیا۔

(عمدة القاری ۴۰۷/۹ ، وفتح الباری ۲۶۸/۵)

سید سابق نے لکھا کہ اسے امام طبری نے روایت کیا ہے۔

(فقه السنّة، الهبة ، الجواب الثانی ، ص :۹۶۴)

اور بعض کہتے ہیں کہ: حدیث نُعمان کے اکثر طُرق میں وہ ہے جو مذکورہ بالا بات کے مخالف ہے۔

(عمده القاری ۴۰۸/۹ ، وفتح الباری ۲۶۸/۵)

علامہ عینی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں:

یہ اس کی بات ہے جو مُنصف نہیں، کیونکہ اس قول کا قائل اپنے قول سے امام طحاوی کی بات کو کمزور دکھانا چاہتا ہے۔ باوجود اس کے امام طحاوی نے یہ بات حدیثِ شعیب کی بناء پر کی جسے امام بخاری کے استاد نے ان سے روایت کیا اور وہ شعیب بن ابی ضمرہ ہیں، پس انہوں نے اسے روایت کیا، فرمایا: حدیث بیان کی ہم

سے فہد نے، انہوں فرمایا: حدیث بیان کی ہم سے ابوالیمان نے، انہوں نے فرمایا: حدیث بیان کی ہم سے شعیب نے، انہوں نے روایت کیا (امام ابن شہاب) زہری سے، انہوں نے فرمایا: حدیث بیان کی مجھ سے حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن النعمان نے، ان دونوں نے سنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے وہ فرماتے ہیں: مجھے میرے والد نے ایک غلام دیا پھر چلے یہاں تک کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے، عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اپنے بیٹے کو ایک غلام دیا ہے اگر آپ ﷺ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اسے جائز قرار دے دیتا ہوں، پھر پوری حدیث بیان کی، یہ حدیث با آواز بلند پکار رہی ہے کہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو غلام دیا تھا مگر اس ہبہ کو نافذ نہ کیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے حضور ﷺ سے اس معاملے میں مشورہ کیا، تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی تو انہوں نے ارادہ ترک کر دیا۔

(عمدة القاری ٩/ ٤٠٨)

3۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بڑے (یعنی بالغ) تھے اور انہوں نے موہوب پر قبضہ نہ کیا تھا تو باپ کے لئے اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز تھا۔ اسے بھی امام طحاوی نے ذکر کیا۔ اور بعض نے کہا: یہ بھی اکثر طُرُقِ حدیث میں جو آیا ہے اس کے خلاف ہے، خصوصاً نبی ﷺ کا فرمان: ''اس سے رجوع کرلے'' یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے پہلے موہوب پر قبضہ ہو چکا تھا۔

(عمدة القاری، وفتح الباری ٥/ ٢٦٨)

(علامہ عینی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں:

یہ بھی امام طحاوی کے کلام میں بلا وجہ بغیر انصاف کے طعن ہے۔

امام طحاوی نے یہ بھی (اپنی طرف سے) نہیں کہا مگر اس قول کو انہوں نے امام مسلم کے استاد یونس بن عبد الاعلی سے لیا ہے جسے انہوں نے امام شافعی کے شیخ سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے محمد بن مسلم (بن شہاب) زہری سے، انہوں نے محمد بن نعمان اور حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت کیا، ان دونوں نے خبر دی کہ: انہوں نے اسے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے فرمایا: مجھے میرے والد نے ایک غلام دیا، تو میری والدہ نے مجھے کہا کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤں کہ اس ہبہ پر آپ ﷺ کو گواہ کرلوں......الحدیث، یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بڑے تھے، اگر چھوٹے ہوتے تو ان کی والدہ انہیں کیسے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جانے کا کہتیں؟ اور اس قائل کا قول (کہ حضور ﷺ کا فرمان) "اس سے رجوع کرلو" تقدمِ قبضہ پر دلالت کرتا ہے (تو علامہ عینی فرماتے ہیں)، یہ حقیقت قبضہ پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ یہ قول اس بات کا احتمال رکھتا ہے آپ ﷺ نے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس سے رجوع کرلے۔

(عمدة القاری ٩/٤٠٧)

جو تو نے نعمان کو اس کے دوسرے بھائیوں کو چھوڑ کر عطیہ دینے کی بات کی ہے۔

4۔ امام مسلم کی ابن سیرین سے روایت میں جو واقع ہے وہ دلالت کرتا ہے

کہ حدیث نعمان میں محفوظ " قَارِبُوا بَیْنَ أَوْلَادِکُمْ " ہے نہ کہ " سَوُّوا " الخ

(فتح الباری ۸/ ۲٦۸)

5۔ اولاد کے عطیہ میں مساوات کو اولاد کی طرف سے ماں باپ سے حُسنِ سلوک کے ساتھ تشبیہ دینا ایسا قرینہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث شریف میں حکم استحبابی ہے...... الخ (فتح الباری ۵/ ۲٦۸)

6۔ نبی ﷺ کا فرمان ''اس سے رجوع کرلو'' صحت ہبہ کی دلیل ہے اگر وہ ہبہ درست نہ ہوتا تو رجوع بھی درست نہ ہوتا اور انہیں رجوع کا حکم دیا گیا والد کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ہبہ سے رجوع کرے اگر چہ افضل اس کا خلاف ہے (یعنی افضل رجوع نہ کرنا ہے)، لیکن استحباب مساوات کو اس پر ترجیح دی گئی اسی وجہ سے انہیں اس کا حکم فرمایا اور اس سے استدلال میں نظر ہے اور جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے فرمان ''اس سے رجوع کرلو'' کا معنی ہے کہ ہبہ مذکورہ کو جاری نہ کرو، اور اس سے تقدم صحت ہبہ لازم نہیں آتا۔ (فتح الباری ۵/ ۲٦۸)

اقول :۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ والد کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ہبہ سے رجوع کرے یہ انہوں نے اپنے مذہب (یعنی شافعی مذہب) کے مطابق فرمایا کیونکہ ہبہ سے رجوع کے بارے میں فقہائے کرام میں اختلاف ہے چنانچہ امام نووی شافعی متوفی ٦7٦ ھ ہیں حدیث ''اس کی مثال جو اپنے صدقے سے رجوع

کرے ایسی ہے جیسے کُتا اُلٹی کرے پھر اس میں لوٹے اور اُسے کھالے'' کے تحت لکھتے

ہیں: یہ فرمان اس میں ظاہر ہے کہ: قبضہ کے بعد ہبہ وصدقہ سے رجوع کرنا حرام ہے

البتہ اولاد یا اولاد کی اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرسکتا ہے جیسا کہ

حدیثِ نعمان سے ثابت ہے۔ بھائیوں، چچاؤں اور دیگر ذوی الارحام کو ہبہ کرنے

کے بعد اس سے رجوع نہیں کرسکتا یہ امام شافعی کا مذہب ہے یہی امام مالک اور امام

اوزاعی نے فرمایا، امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء نے فرمایا والد اور محرم کے سوا ہر ہبہ کرنے

والا (اپنے) ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم، کتاب الهبات، باب تحریم الرجوع فی الصدقة الخ، برقم:

١٦٢٢/٥)

7۔ نبی ﷺ ''ألا سوّیت بینهم'' ''یعنی تو نے اس میں مساوات کیوں نہ کی''

اس بات پر دلالت ہے کہ امر سے مراد استحباب ہے اور نہی سے مراد تنزیہ ہے الخ

(فتح الباری، ٥/٢٦٨)

8۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام نسائی وغیرہ کی روایت میں (حضور

ﷺ کا فرمان) أَشْهِدْ (گواہ کرلو) اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ مساوات کا حکم

وجوب پر دال ہے کیونکہ امرِ توبیخ جس پر حدیث میں کثیر الفاظ دلالت کرتے ہیں (

انہیں) تامل کے ساتھ پہچانا جاتا ہے۔ (عمدة القاری، ٩/٤٠٨)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ حضور ﷺ کا فرمان ''أَشْهِدْ عَلَى هَذَا

غَیــرِیُ " اس پر گواہ بنانے کی اجازت ہے اور آپ ﷺ خود گواہ بننے سے اس لئے رُکے کہ آپ ﷺ امام تھے گویا کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں گواہی نہ دوں گا کیونکہ امام کی شان نہیں کہ وہ گواہی دے بلکہ اس کی شان سے یہ ہے کہ وہ فیصلہ کرے۔ اسے امام طحاوی نے حکایت کیا اور ابن القصار نے اسے پسند کیا اور پھر حافظ ابن حجر نے اس جواب پر تعقب کو بیان کیا۔ (فتح الباری ٥/ ٢٦٨)

اور حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:۔

حضور ﷺ کا فرمان " فأشهد على هذا غيرى " یہ صحت ہبہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس لینے کا حکم نہ فرمایا بلکہ اُسے کسی دوسرے کو اس پر گواہ بنا کر مضبوط کرنے کا حکم فرمایا۔ الخ

(الإستذكار ، المجلد (٧) ، كتاب الأقضية ، باب ما لا يجوز من النحل ، ص ٢٢٦

علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: "فَاشْهِدُ عَلَى هَذَا غَيْرِىُ " اور اگر باطل ہوتا تو اس پر غیر کو گواہ بنانا جائز نہ ہوتا۔

(شرح السنة ، المجلد (٤) ، كتاب العطايا والهدايا ، باب الرجوع فى الهبة للولد الخ ص ٤٢٦)

9۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام اولاد میں سے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کیا دوسری اولاد کو ہبہ نہ کیا اور اس اثر کو امام مالک بن انس

متوفی ۱۷۹ھ نے "الموطا" (کتاب (٢٦) الأقضية، باب (٣٣) مالا يجوز من النحل، ص ٤٦٢، أثر: ١٨٠٧) میں اور امام ابو جعفر محمد بن احمد طحاوی نے اپنی کتاب "شرح معانی الآثار" (کتاب (١٨) الهبة والصدقة، باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض، ص ٨٨، الحديث: ٥٨٤٤ ـ ٥٨٤٥) میں روایت کیا ہے اور حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ نے "الإستذكار" (المجلد (٧)، كتاب الأقضية، باب مالا يجوز من النحل، ص ٢٢٤، الحديث: ١٤٤٠) میں اور امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے "المبسوط" (شرح الكافى)، المجلد (٦)، الجزء (١٢)، كتاب الهبة، ص ٤٤) میں نقل کیا ہے۔

اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیھقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں کہ:۔

امام شافعی فرماتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اپنی لخت جگر) حضرت عائشہ رضی عنہ کو ہبہ میں (دوسری اولاد پر) ترجیح دی۔ پھر امام بیھقی نے امام شافعی کی سند سے حضرت عائشہ کی حدیث کو بیان کیا۔

(السنن الكبرى للبيهقى، المجلد (٦)، كتاب الهبات، باب ما يستدل به على أمره بالتسوية بينهم فى العطية الإختيار دون الإيجاب، ص ٢٩٥)

اور اس اثر کے تحت امام ابو جعفر طحاوی لکھتے ہیں:۔

فهذا أبو بكر رضى الله عنه، قد اعطى عائشة رضى الله عنها دون سائر

ولده ، ورأى ذلك جائزاً ، ورأته هي كذلك ، ولم ينكر عليها أحد من

أصحاب النبي ﷺ ، ورضي الله عنهم

یعنی، پس یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنی تمام اولاد کو چھوڑ کر (اپنی لخت جگر

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما) کو عطیہ دیا، اور اسے جائز سمجھا، ام المؤمنین نے

بھی اسے اسی طرح جائز سمجھا، اور اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی ایک

نے بھی اعتراض نہ کیا۔

اور اسی طرح امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:۔

حدثنا يونس قال : ثنا سفيان عن عمرو قال أخبر ني صالح بن

إبراهم بن عبدالرحمن بن عوف أن عبدالرحمن فضل بني أم كلثوم بنحل

قسمه بين ولده

(شرح معاني الآثار ، ص ٨٨ ، الحديث : ٥٨٤٦)

یعنی، حدیث کا بیان کی ہم سے یونس نے، انہوں نے فرمایا: حدیث بیان کی

ہم سے سفیان نے، وہ عمرو سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: خبر دی ہمیں

صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے

(اپنی بیوی) ام کلثوم کے بیٹوں کو عطیہ دیا جو انہوں نے اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا

(حضرت عبدالرحمٰن کی ام کلثوم سے اولاد تھی جسے انہوں نے عطیہ دیا اور ان کی جو اولاد

ام کلثوم سے نہ تھی اُسے عطیہ نہ دیا)

اوراس کے تحت لکھتے ہیں:۔

وهذا عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه قد فضل بعض أولاده

أيضاً فيما أعطاهم ، على بعض ، ولم ينكر على ذلك عليه منكر

(شرح معانی الآثار، ٤/٨٨)

یعنی، اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں جنہوں نے اپنی اولاد کو جو دیا اس میں

کچھ اولاد کو دوسری اولاد پر ترجیح دی، اور اس پر کسی انکار کرنے والے نے کوئی انکار نہ کیا۔

اور علامہ ابو بکر احمد بن حسین بیھقی متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:۔

قال الشافعي : وفضل عمر عاصماً بشئ أعطاه إياه ، وفضل

عبدالرحمن بن عوف ولد أم كلثوم

یعنی، امام شافعی فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر اپنے

بیٹے عاصم کو کچھ دینے میں (دوسروں پر) ترجیح دی، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم سے اپنی اولاد کو (عطیہ دینے میں دوسروی اولاد پر) ترجیح

دی۔

اور لکھتے ہیں کہ:۔

خبر دی ہمیں ابوزکریا بن ابی اسحاق اور ابو بکر بن حسن، دونوں نے فرمایا:

حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس الاصم نے وہ کہتے ہیں: خبر دی ہمیں وہب نے، وہ

کہتے ہیں: خبر دی مجھے ابن لھیعہ نے، انہوں نے روایت کیا بکیر بن الاشج سے، انہوں

نے روایت کیا نافع (تابعی شاگرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وادیوں کے بلند حصے یا سبز چارے اپنی اولاد میں سے کچھ کو دیئے دوسروں کو نہ دیئے

(سنن الکبری للبیهقی، المجلد (٢)، کتاب الهبات، باب (١٠) ما يستدل به على أمره بالتسوية بينهم فی العطية على الإختيار ومن الإيجاب، ص ٢٩٦، الحديث: ١٢٠٠٥)

اور امام بیھقی روایت کرتے ہیں بکیر نے حدیث بیان کی مجھ سے قاسم بن عبدالرحمٰن انصاری نے کہ وہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چلے یہاں تک کہ ایک انصاری کے پاس آئے اور اس کی زمین کا بھاؤ کیا اور اس سے اُسے خرید لیا تو وہ شخص آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ آپ نے اس زمین کو خریدا اور اُسے صدقہ کر دیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ زمین میرے بیٹے واقد کے لئے ہے، وہ مسکین تھے جنہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام اولاد کو چھوڑ کر خاص طور پر عطیہ دیا۔

امام ابو جعفر لکھتے ہیں:۔

فيكف يجوز لأحد أن يحمل فعل هؤلاء، على خلاف قول النبی ﷺ لكن قول النبی ﷺ عندنا، فيما ذكرنا ذلك، إنما كان على الإستحباب، كإستحبابه التسوية بين أهله فی العطية

(شرح معانی الآثار، ٨٩/٤)

یعنی، اور کسی کے لئے کیسے جائز ہوگا کہ وہ ان (جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان) کے فعل کو نبی ﷺ کے قول کے خلاف پر محمول کرے، لیکن نبی ﷺ کا قول ہمارے نزدیک اس میں جس کا ہم نے ذکر کیا صرف استحباب پر ہے جیسا کہ اپنے اہل کو عطیہ دینے میں مساوات کا استحباب۔

اسی لئے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں بے شک خلفاء رسول ﷺ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما عدم مساوات پر تھے نبی ﷺ کے وصال باکمال کے بعد عدم مساوات پر ہونا اس پر قرینہ ظاہرہ ہے کہ حدیث شریف میں مساوات کا حکم استحباب پر محمول ہے۔

(عمدۃ القاری، ۹/۴۰۷-۴۰۸، وفتح الباری، ۵/۲۶۹)

علامہ عینی لکھتے ہیں :۔

مگر اثر ابی بکر رضی اللہ عنہ جس کی تخریج امام طحاوی نے کی (فرماتے ہیں) حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، انہوں نے فرمایا: حدیث بیان کی ہم سے ابن وہب نے کہ انہیں امام مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابنِ شہاب سے انہوں نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ سے روایت کیا، فرماتی ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں غابہ میں اپنے مال میں سے کٹی ہوئی کھجوروں کے بیس (۲۰) وسق دیئے (اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے)، جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو فرمایا: اے میری بیٹی بخدا! میرے بعد لوگوں میں سے کسی کا بھی غنٰی مجھے تیرے غنٰی سے زیادہ

پسند نہیں اور کسی کا فقر مجھ پر تیرے فقر سے زیادہ گراں نہیں، اور میں نے تجھے کٹی ہوئی کھجوروں کے بیس وسق عطیۃً دیئے تھے انہیں اگر تو لے لیتی اور اپنے قبضہ میں کر لیتی تو وہ تیرے ہو جاتے، اور آج وہ ترکہ ہے اور اس کے وارث تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں وہ اسے کتاب اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم کر لیں۔ (عمدۃ القاری، ۹/۴۰۸)

اس اثر کو امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے اپنے ''موطا'' (اثر: ۱۸۰۷) میں، امام ابو جعفر طحاوی نے بھی ''شرح معانی الآثار'' (برقم: ۵۸۴۴ _ ۵۸۴۵) میں روایت کیا، امام شافعی فرماتے ہیں: (ہبۃً) کچھ دینے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے) عاصم کو (دوسری اولاد پر) ترجیح دی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم سے اپنی اولاد کو (ہبہ میں دوسری اولاد پر) ترجیح دی، مگر اثرِ عمر رضی اللہ عنہ تو اسے امام طحاوی نے بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ اسے امام بیہقی نے امام شافعی سے ذکر کیا اس کی تخریج عبداللہ بن وہب نے اپنی ''مسند'' میں کی، اور فرمایا: مجھے عمرو بن دینار سے خبر پہنچی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے اپنی بیٹی کو چار ہزار درہم عطیۃً دیئے اور ان کی اس بیوی کے علاوہ دوسری بیویوں سے بھی اولاد تھی۔ (علامہ عینی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں یہ اثر منقطع ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، المجلد (۹)، کتاب (۵)، الھبة، باب (۱۳)، الإشھاد فی الھبة، الحدیث: ۲۵۸۷، ص ۴۰۸)

اسی طرح علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے بھی " شرح السنۃ " (۴/۴۲۶) میں ذکر کیا ہے۔

10۔ اور یہ قطعی جواب ہے کہ غیر اولاد کو کوئی شخص اپنا مال (ھبۃً) دے اس پر اجماع منعقد ہوا، پس جب اس کے لئے یہ جائز ہوا کہ وہ اپنی تمام اولاد کو اپنے مال سے خارج کر دے (یعنی انہیں نہ دے) اسے ابن عبد البر نے ذکر کیا، کہا گیا کہ اُس میں نظر ہے کیونکہ یہ نص ہونے کے باجود قیاس ہے، (عمدة القاری ، وفتح الباری ٥/٢٦٩) (علامہ عینی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں: یہ (قیاس مع وجود النص) ابتداءً ممنوع ہے، مگر جب نص کی وجوہ میں سے کسی وجہ پر عمل کر لیا پھر اس وجہ کا قیاس دوسری وجہ کی طرف کیا گیا، پھر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے نص کی موجودگی میں قیاس پر عمل کیا ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ، المجلد (٩) ، کتاب (٥١) الهبة ، باب (١٣) الإشهاد فی الهبة ، الحدیث : ٢٥٨٧ ، ص ٤٠٨)

اور علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال لکھتے ہیں:۔

جب علماء کرام نے اس پر اجماع کیا کہ وہ اپنے مال کا مالک ہے، اور اس کو جائز ہے کہ وہ اپنا مال لوگوں میں سے جسے چاہے دے دے اسی طرح اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا مال اپنی اولاد میں سے جسے چاہے دے اور اس کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام اولاد میں سے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی

اللہ عنہا کو ہبہ کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں سے اپنے بیٹے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو ہبہ کیا، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کی بیٹی کو (جوان کی بھی بیٹی تھی) ہبہ کیا جبکہ ان کے علاوہ دوسری اولاد کو ہبہ نہ کیا۔ اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں امام ہیں (یعنی پیشوا ہیں) اور حضرت عبدالرحمٰن (بن عوف) رضی اللہ عنہ اور (صحابہ کرام میں) ان کا (بھی بڑا) مقام (ہے) اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے اس پر انکار کیا ہو۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، المجلد (۷)، کتاب الهبة، الهبة الولد الخ، ص: ۱۰۰)

اور امام ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں کہ:۔

حضرت ابراہیم نخعی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام اولاد کے مابین انصاف کو مستحب جانتے تھے حتی کہ اولاد کو بوسہ دینے میں بھی۔

(شرح السنة، المجلد (٤)، کتاب العطایا والهدایا، باب الرجوع فی الهبة للولد الخ، ص: ٤٢٦)

کیفیت عدل:

اولاد کے مابین عطیہ وہبہ میں عدل ومساوات کی کیفیت میں دوقول ملتے ہیں۔

۱۔ بیٹے کو بیٹی کا دُگنا دے جیسا کہ ترکہ کی تقسیم میں یہی قاعدہ ہے۔

۲۔ بیٹے اور بیٹی کو یکساں دے۔

کیفیت عدل میں مذاہب:

چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور حافظ احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:۔

ثم اختلفوا فی صفة التسوية ، فقال محمد بن الحسن وأحمد وإسحاق و بعض الشافعية و بعض المالكية (العدل) أن يعطى الذكر حظّين كالميراث ، وقال غيرهم : لايفرق بين الذكر والأنثى ، وظاهر الأمر بالتسوية يشهد لهم ، واستأنسوا بحديث أخرجه سعيد بن منصور والبيهقى من طريقه عن ابن عباس مرفوعاً : " سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فى الْعَطِيَّةِ ، فَلَوْ كُنتُ مُفَضِلاً أَحداً لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ " واللفظ للعينى

(عمدة القارى شرح صحيح البخارى ، المجلد (۹) ، كتاب (۵۱) الهبة وفضلها والتحريض عليها ، باب (۱۳) الإشهاد فى الهبة ، (رقم الحديث : ۲۵۸۷ ، ص ۴۰۷

(فتح البارى شرح صحيح البخارى ، المجلد (۵) ، كتاب الهبة وفضلها التحريض عليها ، باب (۱۳) الإشهاد فى الهبة ، برقم الحديث : ۲۵۸۷ ، ص ۲۶۷-۲۶۸)

یعنی ،عدل و انصاف کی صفت میں فقہاء کا اختلاف ہے امام محمد بن حسن شیبانی، امام احمد بن حنبل، اسحاق اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ عدل یہ ہے لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے اور دوسرے فقہاء نے یہ فرمایا مذکر و مونث کا فرق نہ کیا جائے، حدیث شریف میں جو مساوات کا حکم ہے اس سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ نیز امام سعید

بن منصور، امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ''عطیہ میں اپنی اولاد کے مابین مساوات کرو پس اگر میں کسی کو زیادہ دیتا تو عورتوں کو دیتا''۔

علامہ ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:۔

قال بعض أصحابنا يكون للذكر مثل حظّ الأنثيين والصحيح المشهور أنه يسوّى بينهما لظاهر الحديث

(شرح صحيح مسلم اللنووى، المجلد (٦)، الجزء (١١)، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد فى الهبة، رقم الحديث: ١٦٢٣، ص: ٥٦)

یعنی، ہمارے بعض اصحاب (شافعیہ) نے کہا لڑکے کو لڑکی کا دُگنا دینا چاہئیے اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ لڑکے لڑکی کو برابر برابر دینا چاہئیے جیسا کہ حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:۔

جن علماء کرام نے فرمایا اولاد کے مابین مساوات یہ ہے کہ بیٹے کو بیٹی کی مثل دے اس قول کے قائلین میں سفیان ثوری اور ابن المبارک ہیں۔

اور لکھتے ہیں:۔

کیا تم نے وہ حدیث نہیں دیکھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُم فَلَوْ كُنْتُ مُؤَثِّراً أَحداً آثَرْتُ النِّسَاءَ عَلَى الرِّجَالِ اپنی اولاد میں مساوات کرو، اگر میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں کو مردوں پر

ترجیح دیتا۔

(التمهيد لما في الموطّا من المعاني والمسانيد، المجلد (٣)، باب الميم

، محمد بن شهاب الزهري، ص ٤١٣)

احناف کے ہاں کیفیت عدل :

احناف کے ہاں کیفیت عدل میں اختلاف ہے چنانچہ امام ابوجعفر طحاوی لکھتے ہیں ہمارے اصحاب احناف میں اولاد کو عطیہ کے بارے میں اختلاف ہے جس میں نبی ﷺ کا حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمان ہے۔

(شرح معاني الآثار، المجلد (٤)، كتاب الهبة والهدية، باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض، ص ٨٩)

اور عدل ومساوات کی کیفیت میں اختلاف یہ ہے کہ:۔

۱۔ بیٹے اور بیٹی میں ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ کے قاعدے پر دینا عدل ہے۔

۲۔ یا جتنا بیٹے کو دے اتنا ہی بیٹی کو دینا عدل ہے۔

اور اول امام محمد کی طرف اور ثانی امام ابو یوسف کی طرف منسوب ہے۔

چنانچہ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:۔

فقال أبو يوسف رحمه الله عليه يسوّى بين الأنثى فيها والذكر، وقال محمد بن الحسن رحمة الله عليه: يجعلها بينهم على قدر المواريث، ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾

(شرح معانی لآثار ، المجلد (٤) ، کتاب الھبة و الھدایة، باب الرجل ینحل بعض بنیه دون بعض ، ص ۸۹)

اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں:۔

ثم العدل عند أبی یوسف : أن یھب لکل واحد منھم مثل ماوھب للآخر

یعنی، پھر امام ابو یوسف کے نزدیک عدل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے اسی کی مثل ہبہ کرے جو دوسرے کے لئے کیا ہو (یعنی سب کو برابر دے)

وعند محمد : أن (وفی نسخة : أنه) یھب للابن الثلثین و للبنت الثلث اعتباراً بالمیراث

(فتاویٰ النوازل کتاب الھبة ، قبل فصل فی الصدقة ، ص ۲۴۸)

یعنی، امام محمد کے نزدیک میراث کا اعتبار کرتے ہوئے بیٹے کو دو تہائیاں اور بیٹی کو ایک تہائی ہبہ کرے۔

اور علامہ علاؤالدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:۔

وأما کیفیة العدل بینھم فقد قال أبو یوسف : العدل فی ذلك أن یسوّی بینھم فی العطیة ، ولا یفضّل الذکر علی الأنثیٰ

یعنی، اور مگر اولاد میں انصاف کی کیفیت تو امام ابوایوسف نے فرمایا: اولاد میں انصاف یہ ہے کہ عطیہ ان کو مساوی دے، اور مذکر کو مؤنث سے زیادہ نہ دے۔

وقال محمد :

العدل بينهم أن يعطيهم على سبيل ترتيب المواريث ، للذكر مثل

حظ الأنثيين

كذا ذكر القاضى الإختلاف بينهما فى " شرح مختصر

الطحاوى "

(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع ، المجلد (۸) ، كتاب الهبة، فصل فى شرائطها ،

قبل فصل آخر ، ص ۱۱۳)

یعنی، اور امام محمد نے فرمایا اولاد کے مابین عدل یہ ہے کہ ان کو تقسیم ترکہ کے

طریقے پر دے بیٹے کو دو بیٹیوں برابر (یعنی بیٹے کو دو تہائیاں اور بیٹی کو ایک تہائی)

قاضی نے ''شرح طحاوی'' میں صاحبین کے درمیان اسی طرح اختلاف کو ذکر کیا ہے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ:۔

یعطی الابنة مثل مایعطی للابن

یعنی، بیٹی کو اتنا ہی دے جتنا بیٹے کو دے۔

قال محمد رحمه الله تعالیٰ :

یعطی للذکر ضعف ما یعطی الأنثی

(فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاویٰ الهندیة ، المجلد (۳) کتاب الهبة ، فصل فی

هبة الوالد لولده والهبة للصغیر ، ص ۲۷۹)

یعنی، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیٹے کو اس کا دُگنا دے جو بیٹی کو دیا۔

علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوشی الحنفی متوفی ۵۶۹ ھ لکھتے ہیں:۔

والعدل فی عند أبی یوسف ، أن یعطیهم علی السواء

یعنی، مساوات امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو برابر دے۔

وعند محمد :

أن یعطی علی سبیل التوریث للذکر مثل حظ الأنثیین

(الفتاوی السراجیة ، کتاب الهبة ، باب أحکام الهدایا ، ص ۹۶)

یعنی، امام محمد کے نزدیک ان کو وراثت کے طریقے پر بیٹے کو دو بیٹیوں برابر دے گا۔

اسی طرح فقیہ عبدالرحمٰن المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ ھ نے

"مجمع الانهر شرح ملتقی الأبحر" (، المجلد (۲) کتاب الهبة ، ص

۳۵۸)

مختار قول:

اور کیفیت عدل میں مختار قول امام ابو یوسف کا ہے چنانچہ فقیہ ابوالفتح ظہیر الدین عبدالرشید ۵۴۰ ھ اور علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ ھ لکھتے ہیں:۔

رجل له ابن ، وبنت ، فأراد أن یهب لهما شیئاً ، فالأفضل أن یجعل للذکر مثل حظّ الأنثیین عند محمد رحمه الله تعالیٰ وعند أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ : یجعل بینهما سواء ، وهو المختار

(الفتاوی الولواجیة ، المجلد (۳) ، کتاب الهبة ، الفصل السادس ، ص ۱۳۳)

(خلاصة الفتاوى المجلد (۲)، کتاب الهبة جنس آخر، نوع منه، ص ۴۰۰)

یعنی، کسی شخص کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی پھر اُس نے چاہا کہ دونوں کو کوئی چیز ہبہ کرے تو امام محمد کے نزدیک افضل یہ ہے کہ ان کو ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے قاعدے کے مطابق دے اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں کو برابر دے اور یہی مختار ہے۔

اور علامہ استروشنی حنفی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:۔

وفی "العیون" وإذا کان له ابن وبنت أراد أن یبرهما فالأفضل أن یجعل للذکر مثل حظ الأنثیین عند محمد رحمه الله تعالیٰ

وعند أبی یوسف رحمه الله یجعل بینهما سواء وهو المختار

(جامع أحکام الصغار علی هامش جامع الفصولین، المجلد (۱)، فی مسائل الهبة، ص ۱۷۳)

یعنی، "العیون" میں ہے اور جب اس کے بیٹا اور بیٹی ہوں اور وہ دونوں کے ساتھ نیکی کرنا چاہے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ بیٹے کو بیٹی کا دگنا دے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دونوں کو برابر دے اور یہی مختار ہے۔

علامہ ابو الولید ابراہیم بن ابی الیمن محمد بن ابی الفضل المعروف بابن الشحنہ الکبیر حنفی متوفی ۸۱۵ھ اور علامہ حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی متوفی

۸۲۷ھ لکھتے ہیں:۔

الأفضل فی هبة الابن والبنت التثلیث کالمیراث وعند الثانی التنصیف وهو المختار

(لسان الحکام فی معرفة الأحکام مع معین الحکام، الفصل التاسع عشر فی الهبة، ص ۳۶۹، مطبوعة: بالمطبعة مصطفی البابی الحلبی وأولاده بمصر، الطبعة الثانیة ۱۳۹۳ - ۱۹۷۳ م) (الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی الهندیة، المجلد (٦)، کتاب الهبة، الجنس الثالث: فی هبة الصغیر، نوع، ص ۲۳۷)

یعنی، ایک بیٹے اور ایک بیٹی ہو تو ہبہ کرنے میں میراث کی مثل تین حصے کرنا (یعنی لڑکے کو دو اور لڑکی کو ایک دینا) افضل ہے اور دوسرے امام (یعنی امام ابو یوسف) کے نزدیک آدھا آدھا دینا (کہ جتنا لڑکے کو دے اتنا ہی لڑکی کو دینا) افضل ہے اور یہی مختار ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:۔

وفی ''الخلاصة'' المختار التسویة بین الذکر والأنثی فی الهبة

(البحر الرائق، المجلد (۷)، کتاب الهبة، فروع، ص ۲۸۸)

یعنی، ''خلاصہ'' میں ہے ہبہ میں مذکر و مونث کو برابر دینا مختار ہے۔

فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:۔

والعدل عند أبی یوسف أن یعطیهم علی السواء هو المختار

(مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ، المجلد (۲) ، كتاب الهبة ، ص ۳۵۸)

یعنی، عدل امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ سب کو یکساں دے یہی مختار ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:۔

وهو المختار كذا فى " الظهيرية "

(الفتاوى الهندية ، المجلد (٤) ، كتاب الهبة ، الباب السادس فى الهبة ، ص ۳۹۱)

یعنی، یہی مختار ہے اسی طرح ''فتاوی ظہیریہ'' میں ہے۔

امام محمد کی دوسری روایت:

اور امام محمد نے جو موطا میں لکھا اس سے امام ابو یوسف کے قول کے مختار ہونے کی تائید ہوتی ہے چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی موطا میں حدیث نعمان اور اثر ابی بکر و عمر و عثمان روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

وبهذا كله نأخذ ينبغى للرجل أن يسوّى بين ولده فى النحلة ولا يفضل بعضه على بعض الخ فى

(الموطا للإمام محمد بن الحسن ، كتاب البيوع فى التجارات والسلم ، باب فى النحلى ، ص ۳۵۰)

یعنی، یہ تمام ہم (مذہب کے طورِ عمل کے لئے) لیتے ہیں کہ آدمی کو چاہیئے وہ اپنی اولاد کے مابین عطیہ دینے میں برابری کرے کچھ اولاد کو دوسری اولاد سے زیادہ نہ دے۔

اور علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:۔

وذكر محمد في "الموطا": ينبغي للرجل أن يسوي بين ولده في النحلى، ولا يفضل بعضهم على بعض وظاهر هذا يقتضي أن يكون قوله مع قول أبي يوسف، وهو الصحيح، لمَارُوِيَ أنَّ بشيراً أَبَا النُّعْمَانِ أَتَى بِالنُّعْمَانِ إِلَى رَسُولِ اللّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَاماً كَانَ لِي، فَقَالَ رَسُولِ اللّهِ ﷺ: "أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هَذَا؟" فَقَالَ: لَا، فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلاةُ والسلام: "فَارْجِعْهُ" هذا إشارة إلى العدل بين الأولاد في النحلة، وهو التسوية بينهم

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، المجلد (۸)، كتاب الهبة، فصل: في شرائطها، قبل فصل: في حكم الهبة، ص ۱۱۳ـ۱۱٤)

یعنی، امام محمد نے "موطا" میں ذکر کیا ہے کہ آدمی کو چاہیئے وہ اپنی اولاد کے مابین عطیہ دینے میں مساوات کرے بعض کو بعض سے زیادہ نہ دے۔

امام محمد کے اس قول کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ امام محمد کا قول امام ابو یوسف کے قول کے موافق ہے اور یہی صحیح ہے: اس لئے کہ مروی ہے کہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں لائے: عرض کی: میرا غلام تھا وہ میں نے اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اس کی مثل دیا ہے؟ عرض کی: نہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: پھر اس سے رجوع کر لو

''یہ اولاد کے مابین عطیہ دینے میں عدل کرنے کی طرف اشارہ ہے اور عدل یہ ہے کہ دینے میں ان کے مابین مساوات کرے۔

لہٰذا فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ لکھتے ہیں:۔

والفتوی علی قول أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ

(فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاویٰ الهندية، المجلد (۳) ، كتاب الهبة ، فصل : فی هبة الوالد لولده ، ص ۲۷۹)

یعنی ،اور فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۶۱۱ھ اور علامہ محمد کامل ابن مصطفیٰ طرابلسی اور قاضیخان اور درمختار کے حوالے سے صدر الشریفہ محمد امجد علی متوفی نے ۱۳۶ھ لکھتے ہیں:۔

یعطی البنت کالا بن عند الثانی وعلیه الفتویٰ

(الدرالمختار ، المجلد (٥) ،كتاب الهبة ، ص ٦٩٦)،(الفتاویٰ الهندية ، المجلد (٤) ،كتاب الهبة ، الباب السادس فی الهبة للصغير ، ص ۳۹۱) (الفتاویٰ الكاملية ، كتاب الهبة ، ص ١٨٤) (فتاویٰ امجديه ، المجلد (۳) ، كتاب الهبة ص ٢٦٤)

یعنی ، دوسرے امام (ابو یوسف) (بیٹی کو بیٹے کی مثل دے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:۔

(قوله :وعليه الفتویٰ) أی علی قول أبی یوسف : مِن أن

التنصيف بين الذكر والأنثى أفضل من التثليث هو قول محمد ! رملى

(الردالمحتار على الدر المختار ، المجلد (٥) ، كتاب الهبة ، ص ٦٩٦)

یعنی، صاحب در کے قول ''اسی پر فتویٰ ہے'' کا مطلب ہے کہ امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ بیٹے اور بیٹی کو آدھا آدھا دینا دو تہائی بیٹے کو اور ایک تہائی بیٹی کو دینے سے افضل ہے جو کہ امام محمد کا قول ہے۔ رملی۔

امام ابو یوسف کے قول کے مختار ہونے کی وجہ:

ا۔ فقیہ ظہیر الدین عبدالرشید متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:۔

لأن به وردت الآثار

(الفتاوى الولوالجيه ، المجلد (٣) ، كتاب الهبة ، الفصل السادس ، ص ١٣٣)

اور علامہ استروشنی حنفی متوفی ۶۳۲ لکھتے ہیں:۔

لأن الآثار وردت به

(جامع أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين ، المجلد (١) ، فى مسائل الهبة ، ص ١٧٣)

یعنی، احادیث اسی پر وارد ہوئیں (یعنی سب کو برابر دینے پر)۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:۔

فى قول النبى ﷺ : " سَوُّوا بَيْنَهُمْ فِى العَطِيَّةِ ، كَمَا تُحِبُّونَ أَنْ يُسَوُّوا لَكُمْ فِى البِرِّ " دليل على أنه أراد التسوية بين الإناث والذكور ، لأنه

لا يراد من البنت شئ من البر ، إلا الذى يراد من الابن مثله ، فلما كان النبى ﷺ أراد من للأب لولده ، ما يريد من ولده له ، وكان ما يريد من الأنثى من البر ، مثل ما يريد من الذكر ، كان ما أراد منه لهم من العطية للأنثى ، مثل ما أراد للذكر

یعنی ، نبی ﷺ کا فرمان : ''ان کے مابین عطیہ میں مساوات کرو، جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ وہ نیکی و بھلائی میں تمہارے ساتھ مساوات کریں'' یہ فرمان اس کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے اس سے بیٹیوں اور بیٹوں میں مساوات کا ارادہ فرمایا، کیونکہ بیٹی سے کسی نیکی اور بھلائی سے ارادہ نہیں کیا جاتا مگر اسی کا جس کی مثل بھلائی کا ارادہ بیٹے سے کیا جاتا ہے

پس جب نبی ﷺ نے باپ سے اس کی اولاد کے لئے وہی چاہا اور جو اولاد سے باپ کے لئے ،اور بیٹی سے جس بھلائی کی امید کی جاتی ہے وہ اس بھلائی کی مثل ہو گئی جس کی امید بیٹے سے کی جاتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مساوات کا ذکر نہ فرماتے۔

امام ابو جعفر طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ذکر کی کہ:۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شخص تھا تو اس شخص کا بیٹا آ گیا جسے اس نے چوما اور اپنی ران پر بٹھا لیا پھر اسی شخص کی بیٹی آئی تو اُسے اس نے نہ چوما اور نہ ران پر بٹھایا (بلکہ) اپنے ساتھ بٹھا لیا، تو (نبی ﷺ نے) فرمایا: '' فَهَلَّا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا '' تو نے

ان دونوں میں عدل کیوں نہ کیا۔

أفلا یری أن رسول اللہ ﷺ قد أراد منہ التعدیل ، بین الابنۃ والابن أن لا یفضل أحدھما علی الآخر ، فذلك دلیل علی ما ذکر فی العطیۃ أیضاً

(شرح معانی الآثار ، المجلد (٤) ، کتاب الھبۃ ، باب الرجل ینحل بعض دون بعض ، ص ٨٩)

یعنی ، کیا نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے بیٹی اور بیٹے کے مابین انصاف چاہا کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے پس یہ دلیل ہے اس پر جو ہم نے عطیہ کے بیان میں (بیٹے اور بیٹی کے درمیان مساوات کا) ذکر کیا۔

اور امام ابو جعفر طحاوی کی کتاب ''اختلاف العلماء'' کے اختصار میں امام ابو بکر علی جصاص رازی حنفی متوفی ٣٧٠ھ نقل کرتے ہیں:۔

فإن کانوا ذکوراً وإناثا سوّی بینھم فی العطیۃ ، لقول النبی ﷺ : "أَکُلَّ وَلَدِكَ أَعْطَیْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَیْتَ ھٰذَا"؟

یعنی ، پس اگر بیٹے اور بیٹیاں ہوں تو ان کے مابین عطیہ میں مساوات کرے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے ''کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی کی مثل دیا جتنا اس کو دیا''؟۔

اور لکھتے ہیں:۔

صحیح مذھب أبی یوسف فی التسویۃ لأنہ قال : "أَلَكَ وَلَد"

غَيْرُهُ " ولم يذكر فرقاً بين الذكر والأنثى ، وقال : أَكُلَّ وَلَدِكَ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا

أَعْطَيْتَ هَذَا ؟ وقال : اتَّقُوا اللّٰهَ وَسَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ " وقوله : " أَيَسُرُّكَ أَنْ

يَكُونُوا لَكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً " ؟ يدل على التسوية أيضاً

(مختصر اختلاف العلماء ، المجلد (٤) ، كتاب الهبة ، (١٨٤٣) في تخصيص بعض الولد بالهبة ، ص ١٤٢ ، ص ٢٤٤)

یعنی ، اور مساوات کے بیان میں صحیح مذہب امام ابو یوسف کا ہے ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تیری اس کے علاوہ بھی اولاد ہے''؟ اور بیٹے اور بیٹی میں فرق کا ذکر نہ فرمایا ، اور فرمایا: ''کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اس کی مثل دیا ہے''؟ اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں مساوات کرو ، اور نبی ﷺ کا فرمان: ''کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ وہ تیرے لئے نیکی (اور حسن سلوک) میں برابر ہوں''؟ (بیٹے اور بیٹی میں بھی) مساوات (یعنی برابر دینے) پر دلالت کرتا ہے۔

اور علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال نے امام طحاوی کے حوالے سے امام ابو یوسف کے مذہب کی ترجیح میں نبی ﷺ کا فرمان ''أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَ هَذَا " ؟ الخ بطور دلیل ذکر کیا ہے۔

(شرح صحيح البخاري لابن بطال ، المجلد (٧) ، كتاب الهبة ، باب الهبة للولد ، ص ١٠٠ _ ١٠١)

۲۔ علامہ علی بن سلطان محمد ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:۔

وله : إن العدل هو التسوية لغةً ، والإنصاف من النصف فيصار إليه

(فتح باب العناية فی شرح كتاب النقاية ، المجلد (٣) ، كتاب (١٥) ، ص ٢١٢)

یعنی ، امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ لغت میں عدل مساوات کو کہتے ہیں

اور انصاف نصف سے ماخوذ ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں اسی طرح پھرا جائے گا۔

۳۔ اور علامہ علاؤالدین کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:۔

ولأنّ فی التسوية تأليف القلوب ، والتفضيل يورث الوحشه بينهم ،

فكانت التسوية أولىٰ

(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع ، المجلد (٨) كتاب الهبة ، فصل : فی شرائطها ،

قبل فصل آخر ، ص ١١٤)

یعنی ، اولاد کو برابر دینے میں دلوں میں الفت پیدا کرنا ہے اور کسی کو ترجیح دینا

ان میں وحشت کو پیدا کرتا ہے تو برابر دینا بہتر ہے۔

اور فقہاء کرام نے فرمایا:

ہبہ بعض اولاد کو بلاوجہ دوسری اولاد پر ترجیح دینے کے بارے میں اصل

(مبسوط) میں اس کی کوئی روایت نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ اور ان سے علامہ نظام

الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:۔

لو وهب رجل شيئاً لأولاده فی الصحة وأراد تفضيل البعض فی

ذلك على البعض لارواية لهذا فی الأصل عن أصحابنا رحهم الله تعالىٰ

(فتاوىٰ قاضيخان على هامش الفتاوىٰ الهندية ، المجلد (٣) ، كتاب الهبة ، فصل:

فی هبة الوالد لولده، ص ۳۹۱)

یعنی، اگر کسی شخص نے بحالتِ صحت اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرنا چاہا اور اس میں کچھ اولاد کو دوسری اولاد پر ترجیح دینے کا ارادہ کیا تو اصل (یعنی مبسوط) میں ہمارے اصحاب (امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ) سے کوئی روایت نہیں ہے۔

اور فقہائے کرام نے بلا وجہ شرعی ہبہ میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں :۔

یکره تفضیل بعض الأولاد علی البعض فی الهبة حالة الصحة

(البحر الرائق، المجلد (۷)، کتاب الهبة، فروع، ص ۲۸۸)

یعنی، اور بحالت صحت بعض اولاد کو بعض پر ہبہ میں فضیلت دینا مکروہ ہے۔

کراہت کی صورتیں:

۱۔ اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ کچھ کو دینا دوسروں کو محروم کر دینا مکروہ ہے چنانچہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی لکھتے ہیں :۔

حتی لو وهب لأحد أولاده دون الآخر یکره

(فتاوی النوازل، کتاب الهبة، ص ۲۴۸)

یعنی، اگر اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو دیا دوسروں کو نہ دیا تو مکروہ ہے۔

۲۔ اور اگر اولاد فضیلت دینی اور درجہ میں برابر ہوں تو کم زیادہ دینا یا کچھ کو

دینااوردوسروں کومحروم کرنا مکروہ ہے۔

چنانچہ علامہ استروشنی حنفی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں :۔

فان كان سواء يكره هكذا ذكر فى بعض المواضع

(جامع أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين ، المجلد (۱) ، فى مسائل الهبة ، ص ۱۷۳)

یعنی ،(امام اعظم سے مروی ہے کہ) اگروہ (سب دینی فضیلت میں) برابر ہوں (توکسی کوزیادہ دینا) مکروہ ہے اسی طرح بعض مواضع میں ذکر کیا گیا۔

اورعلامہ حسن بن منصوراوزجندی متوفی ۵۹۲ھ اوران سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں :۔

فإن كان سواء يكره

(فتاویٰ قاضیخان على هامش الفتاویٰ الهندية ، المجلد (۳) ، كتاب الهبة ، فصل فى هبة الوالد لولده الخ ، ص ۲۷۹)،(الفتاوى الهندية ، المجلد (٤) ، كتاب الهبة ، الباب السادس فى الهبة للصغير ، ص ۳۹۱)

یعنی ، پس اگر (دونوں اس سے کسی کو بھی دینی فضیلت کی زیادتی حاصل نہ ہو بلکہ اس اعتبار سے) برابر ہوں تو (کمی بیشی) مکروہ ہے۔

۳۔عطیہ میں اگر بعض کوضرر پہنچانا مقصود ہوتو دینے میں برابری نہ کرنا مکروہ ہے چنانچہ صدر الشریعۃ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کوضرر پہنچائے تو سب میں برابری کرے کم وبیش نہ

کرے کہ یہ مکروہ ہے۔

(بہار شریعت، حصہ (۱۴)، ہبہ کا بیان، ص ۲۶)

اور اگر کم و بیش دینا کسی مصلحت شرعیہ پر مبنی نہ ہو محض ضرر پہنچانا مقصود ہو تو اس صورت میں دینے والا گنہگار ہوگا چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

اگر اضرار مقصود ہو تو گنہگار ہے۔

(فتاوی امجدیہ، المجلد (۳)، کتاب الهبة، ص ٢٦٤)

وجہ کراہت:

کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فقیہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں:۔

۱۔لما روی عن النبی ﷺ قال لذلك الرجل الذی وهب لأحد ولد یه دون الآخر "لَا أَشْهَدُ عَلَى الْجَوْرِ"

یعنی، (مکروہ اس لئے کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جس نے اپنی اولاد میں سے ایک کو ہبہ کیا سوائے دوسرے کے کہ: "میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا"۔

۲۔ولأنه یؤدی إلی العدواة والبغضاء وقطیعة الرحم

(فتاوی النوازل، کتاب الهبة، قبل فصل: فی الصدقة، ص ٢٤٧)

یعنی، کیونکہ عدم مساوات عداوت، بغض اور قطع رحمی تک پہنچا دیتی ہے۔

اور فقہاء کرام نے چند اسباب ایسے ذکر کیے ہیں جن کی بناء پر عطیہ وہبہ میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے میں حرج نہیں ہے۔

ا۔ عدم اضرار:

جب اس ترجیح سے کسی اولاد کو ضرر پہنچانے کا ارادہ نہ ہو تو کم زیادہ یا اولاد میں کچھ کو دینے اور دوسروں کو نہ دینے میں حرج نہیں۔

چنانچہ علامہ استروشنی حنفی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:۔

وعن أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ أنه لا بأس به إذا لم یرد الإضرار بالآخر

(جامع أحكام الصغار علی هامش جامع الفصولین، المجلد (۱)، فی مسائل الهبة، ص ۱۷۳)

یعنی، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس سے دوسروں کو ضرر پہنچانے کا ارادہ نہ ہو۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی ''کتاب اختلاف العلماء'' کے اختصار میں امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نقل کرتے ہیں:۔

ذکر المعلی بن منصور عن أبی یوسف: لا بأس یؤثر الرجل بعض ولده علی بعض، إذا لم یرد الإضرار، وینبغی أن یسوی بینهم إذا کان یرید (العدل) (وقال المحشی عبد الله نذیر أحمد: فی الأصل: (الإضرار) وعدلت لاستقامة العبارة)

(مختصر اختلاف العلماء، المجلد (٤)، كتاب الهبة، (1843) فی تخصیص، ص

١٤٢)

اور علامہ حسن بن منصور اوز جندی اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی

١١٦١ھ لکھتے ہیں :۔

وروی المعلی رحمه الله تعالیٰ عن أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ أنه لأباس

إذا لم یقصد به الإضرار وإن قصد الإضرار سوّی بینهم

(فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاوی الهندیة، المجلد (٣)، کتاب الهبة، فصل

فی هبة الوالد لولده، ص ٢٧٩)، (الفتاویٰ الهندیة، المجلد (٤)، کتاب الهبة،

الباب السادس فی الهبة للصغیر، ص ٣٩١)

یعنی، معلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ

اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس سے (یعنی، کسی کو زیادہ دینے سے) نقصان پہنچانے کا

ارادہ نہ ہو اور اگر اضرار کا قصد ہو تو ان میں برابری کرے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی و علامہ محمد کامل ابن مصطفیٰ محمد طرابلسی حنفی اور

قاضیخان اور درمختار کے حوالے سے صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ١٣٦٧ھ نقل کرتے

ہیں:۔

وفی "الخانیة" لا بأس بتفضیل بعض الأولاد فی المحبة لأنها محل القلب

وکذا فی العطایا إن لم یقصد به الإضرار وإن قصده یسوّی بینهم

(الدرالمختار، المجلد (٥)، کتاب الهبة، ص ٢٩٩)، (الفتاوی الکاملیة، کتاب

الهبة ، ص ١٨٤) (فتاویٰ امجدیه ، المجلد (٣) ، کتاب الهبة ، ص ٢٦٤)

یعنی، ''خانیہ'' میں ہے کسی اولاد کو محبت میں ترجیح دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ محبت کا محل انسان کا دل ہے اوراسی طرح عطیہ میں اگراس سے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ ہو (تو حرج نہیں) اور اگراس کا قصد ہوتو اولاد (کو دینے) میں برابری کرے۔

صدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

ہاں اگرکم وبیش دینا کسی مصلحت شرعیہ کی بنا پر ہو اضرار مقصود نہ ہوتو ایسی صورت میں کمی بیشی جائز ہے۔

(فتاویٰ امجدیه ، المجلد (٣) ، کتاب الهبة ، ص ٢٦٤)

۲۔فضیلت دینی:

علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ اوران سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:۔

روی عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی أنه لأباس إذا کان التفضیل لزیادة فضلٍ له فی الدین

(فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاویٰ الهندیة ، المجلد (؟) ، کتاب الهبة ، فصل فی هبة الوالد ولده ، ص ٢٧٩)، (الفتاویٰ الهندية ، المجلد (٥) ، کتاب الهبة ، الباب السادس فی الهبة للصغیر ، ص ٣٩١)

یعنی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ ہبہ میں ترجیح اس اولاد کی دین میں فضیلت کی زیادتی کی وجہ سے ہو۔

اور مجد الدین ابوالفتح محمد بن محمود بن الحسین استروشنی حنفی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:۔

إذا أراد الرجل أن يفضل بعض أولاده فى الهبة فى حالة الصحة روى عن أبى حنيفة رحمه الله أنه لا بأس إذا كان التفضيل بسبب زياده فضل له فى الدين

(جامع أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين، المجلد (١)، فى مسائل الهبة، ص ١٧٢ - ١٧٣)

یعنی، حالتِ صحت میں جب کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی کو ہبہ میں ترجیح دینے کا ارادہ کرے (تو اس بارے میں) امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ ترجیح دینا اس (اولاد) کی دین میں کسی فضیلت کی زیادتی کے سبب سے ہو۔

اور علامہ محمد کامل ابن مصطفیٰ طرابلسی حنفی لکھتے ہیں:۔

وفى "المنح" روى عن الإمام أنه لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له فى الدين

(الفتاوىٰ الكاملية، كتاب الهبة، ص ١٨٤ - ١٨٥)

یعنی، اور ''المنح'' میں ہے امام اعظم سے مروی ہے اس کوئی حرج نہیں جبکہ اولاد میں سے کسی کو دینے میں ترجیح اس کے دین میں افضل ہونے کی وجہ سے ہو۔

اورعلامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ لکھتے ہیں:۔

إلا لزيادة فضل له فی الدين

(البحرالرائق، المجلد (۷)، کتاب الهبة، فروع، ص ۲۸۸)

یعنی، (ہبہ میں ایک اولاد کو دوسری اولاد پر ترجیح دینا مکروہ ہے) مگر (جسے زیادہ دیا) اسے دین میں زیادہ فضیلت حاصل ہو (تو مکروہ نہیں)۔

اورصدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

اگران میں کوئی اولاد دینی ترجیح رکھتی ہوتو اس کو زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں ورنہ تمام کو برابر دے۔

(فتاویٰ امجدیہ، المجلد (۳)، کتاب الهبة، س ۲۵۹)

مفتی محمد وقارالدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

صرف کسی دینی فضیلت کی وجہ سے زیادہ دے سکتا ہے یعنی جو اولاد دیندار ہو اس کو زیادہ دینے میں حرج نہیں۔

(وقار الفتاویٰ، المجلد (۳)، کتاب الفرائض، زندگی میں تقسیم وراثت کا بیان، ص ۳۶۰)

اور دینی فضیلت کی بنا پر زیادہ دینے میں کسی قسم کی کراہت نہیں چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

ہاں اگر اولاد میں ایک کو دوسرے پر دینی فضیلت و ترجیح ہے ایسے کو اگر زیادہ دے اور جو لڑکے دنیاوی کاموں میں زیادہ اشتغال رکھتے ہیں انہیں کم دے یہ جائز ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ملخصاً۔

(بہارِ شریعت ، حصہ (١٤)، ہبہ کا بیان، ص ٦٢)

پھر دینی فضیلت حاصل ہونے کے کئی اسباب ہیں جیسے علم وغیرہ۔

علم کے سبب فضیلت:

چنانچہ علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوسی الحنفی متوفی ۵۶۹ ھ لکھتے ہیں:۔

وإن كان بعض أولاد أفضل بالعلم دون الكسب لا بأس أن يفضله على غيره

(الفتاوی السراجية ، كتاب الهبة ، باب : فی أحكام الهدايا ، ص ١٩٦)

یعنی، اور اگر اس کی کوئی اولاد علم کے سبب افضل ہے نہ کہ کمائی کے سبب تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ اُسے دوسری اولاد پر دینے میں ترجیح دے۔

اور پھر علم کے سبب ترجیح طالب علم ہونے کی وجہ سے ہو یا عالم ہونے کی وجہ سے۔

طالب علم:

فقیہ ابواللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ ھ لکھتے ہیں:۔

إلا أن يكون أحد أولاده طالب العلم فلا بأس بأن يفضل على غيره

(فتاویٰ النوازل ، كتاب الهبة ، قبل فصل فی الصدقة ، ص ٢٤٨)

یعنی، مگر یہ کہ اس کی اولاد میں کوئی (دینی) طالب علم ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ اسے دوسروں پر ترجیح دے۔

عالم دین:

علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوشی متوفی ۵۶۹ھ اور فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:۔

وعلی جواب المتأخرين لأباس بأن يعطى أولاده من كان عالماً متديناً (وفي مجمع الأنهر: متأدباً مكان متديناً)

(الفتاوى السراجية، كتاب الهبة، باب أحكام الهدايا، ص ٩٦)، (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الهبة، ص ٣٥٨)

یعنی، اور متأخرین کے جواب کی بناء پر اپنی اولاد میں اُسے دینے میں کوئی حرج نہیں جو دیندار یا متأدب عالم ہو۔

عالم دین سے مراد:

عالم دین سے مراد وہ عالم ہے جو دین کی خدمت میں مشغول ہو چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

مثلاً ایک عالم ہے جو خدمت علم دین میں مصروف ہے یا عبادت و مجاہدہ میں اشتغال رکھتا ہے اس کو اگر زیادہ دے اور جو لڑکے دنیا کے کاموں میں زیادہ اشتغال

رکھتے ہیں انہیں کم دے یہ جائز ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں

(بہارِ شریعت ، حصہ ، (۱٤) ، ہبہ کا بیان ، ص ٦٢)

حاصل کلام یہ ہے علم دین سے وابستگی ایک بڑی فضیلت ہے اور اس فضیلت کی وجہ سے عطیہ و ہبہ میں زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

اور علامہ ناصر الدین ابو القاسم محمد بن یوسف سمرقندی متوفی ۵۵٦ھ لکھتے ہیں اور ان سے فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ اور علامہ محمد کامل ابن مصطفیٰ طرابلسی نقل کرتے ہیں :۔

إذا أحدهم مشتغلاً بعلم (وفى المجمع والكاملية : بالعلم) لا بالكسب (وفى المجمع : دون الكسب) فلا بأس أن يفضله على غيره (وفى الكاملية) أى ولا يكره

(الملتقط فى الفتاوى الحنفية ، كتاب الهبة والصدقة ، مطلب : على الأب العدل الخ ، ص ٣١٠)، (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ، المجلد (٣) ، كتاب الهبة ، ص ٣٥٨)، (الفتاوى الهندية ، المجلد (٤) ، كتاب الهبة ، الباب السادس فى الهبة للصغير ، ص ٣٩١)، (الفتاوى الكاملية ، كتاب الهبة ، ص ١٨٤)

یعنی، جب اولاد میں سے کوئی علم دین کے ساتھ مشغول ہو نہ کہ حصول رزقِ حلال میں مصروف ہو تو اس کو دوسروں پر ترجیح دینے میں کوئی حرج نہیں یعنی مکروہ نہیں ہے۔

فائدہ:

دین کی خدمت کرنے والے کو زیادہ دینے سے فائدہ یہ ہے کہ جس قدر اُسے زیادہ ملے گا اتنی ہی اُسے فکر معاش سے آزادی دینی اور خدمت میں انہماک حاصل ہوگا اور وہ زیادہ سے زیادہ دینی خدمت انجام دے سکے گا اور اگر وہ کسبِ معاش میں مشغول ہوگا تو اس عظیم خدمت میں حرج ہوگا چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

مثلاً ایک خدمت دین میں مشغول ہے کہ کسب معیشت میں مشغول ہو تو اس خدمت میں نقصان واقع ہوگا تو ایسی صورتوں میں کمی بیشی جائز ہے۔ ملخصاً

(فتاوی امجدیه، المجلد (۳)، کتاب الهبة، ص ٢٦٤)

زیادہ نیکوکاری کے سبب:

علامہ استروشنی حنفی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:۔

وذكر فى بعض المواضع إن كان التفضيل بسبب زيادة برّه فلا بأس بذلك وإن كانا فى البرّ سواء لا ينبغى له أن يفعل ذلك

(جامع أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين، المجلد (١)، فى مسائل الهبة، ص ١٧٣)

یعنی، بعض مواضع پر مذکور ہے کہ (ہبہ میں) ترجیح دینا اس (اولاد) کی زیادہ نیکوکاری کی وجہ سے ہے تو اس (یعنی ہبہ میں دوسروں پر ترجیح دینے) میں کوئی حرج

نہیں۔اور اگر (کسی کی دو اولادیں ہوں اور وہ دونوں) نیکوکاری میں برابر ہوں تو ایسا نہیں کرنا چاہئے (یعنی ایک کو دوسرے سے زیادہ نہیں دینا چاہئے۔

۴۔زیادتی رُشد کے سبب:

اولاد میں سے کوئی اولاد دوسروں سے زیادہ راست باز، ہدایت یافتہ ہے تو اس وجہ سے اُسے دوسرے سے زیادہ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ اور علامہ ابوالولید ابراہیم المعروف بابن الشحنہ الکبیر متوفی ۸۱۵ھ اور حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:۔

ولو خصّ بعض أولاده لزيادة رُشده فلا بأس به (وفى البزازية : لا بأس به) وإن كانوا سواء فى الرشد لا يفعله (وفى البزاية : وإن كانا سواء لا يفعله) (وفى الخلاصة : وإن كان سواء لا ينبغى أن يفضل)

(خلاصة الفتاوىٰ، المجلد (٣)، كتاب الهبة، جنس آخر، نوع منه، ص ٤٠٠)،
(لسان الحكام فى معرفة الأحكام، الفصل التاسع عشر فى الهبة، ص ٣٦٩)،
(الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوى الهندية، المجلد (٦)، كتاب الهبة، الجنس الثالث: فى هبة الصغير، نوع، ص ٢٣٧)

یعنی، اگر اس نے اپنی کسی اولاد کو اس کے زیادہ راہ راست پر چلنے اور ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے خاص طور پر دوسروں سے زیادہ دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر رُشد و ہدایت میں برابر ہوں تو ایسا نہ کرے۔

فاسق اولاد کا حکم:

خدانخواستہ اولاد میں سے کوئی فاسق ، فاجر ہوتو فقہاء کرام نے اُسے عطیۃً و ہبۃً کچھ دینے سے منع کیا ہے۔

چنانچہ علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوسی الحنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:۔

ولا يعطى من كان منهم فاسقا فاجراً مذكورة فى " شرح الطحاوى "

(الفتاوى السراجية ، كتاب الهبة ، باب أحكام الهدايا ، ص ٩٦)

یعنی، اوران میں سے جو فاسق وفاجر ہو اسے نہ دے (یہ) ''شرح الطحاوی'' میں مذکور ہے

فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:۔

ولا يعطى منهم من كان فاسقاً فاجراً

(مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ، المجلد (٢) ، كتاب الهبة ، ص ٣٥٨)

یعنی، ان میں سے جو فاسق فاجر ہو اُسے نہ دے۔

فاسق اولاد کو کتنا دے؟ :

فاسق اولاد کو صرف کھانے پینے کا خرچ دے اس سے زیادہ نہ دے چنانچہ علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ اور علامہ ابوالولید ابراہیم بن ابی الیمن محمد

بن ابی الفضل المعروف بابن الشحنہ الکبیر متوفی ۸۱۵ھ اور حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:۔

ولو کان ولده (وفی لسان الحکام ، والبزازیة : ابنه) فاسقاً لا یعطیه أکثر من قوته

(خلاصة الفتاویٰ ، المجلد (۲) ، کتاب الهبة ، جنس آخر ، نوع منه ، ص ۴۰۰) ، (لسان الحکام فی معرفة الأحکام مع معین الحکام ، الفصل التاسع عشر فی الهبة ، ص ۳۶۹)، (الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی الهندیة ، المجلد (۶) ، کتاب الهبة ، الجنس الثالث فی هبة الصغیر ، نوع ، ص ۲۳۷)

یعنی ، اور اسی طرح اگر اس کا بیٹا فاسق ہو تو اُسے اس کے کھانے پینے کے خرچ سے زیادہ نہ دے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:۔

ولو کان ولده فاسقا لا یعطی له أکثر من قوته

(البحر الرائق ، المجلد (۷) ، کتاب الهبة ، فروع ، ص ۲۸۸)

یعنی ، اور اگر اس کی اولاد فاسق ہو تو اس کو کھانے پینے سے زیادہ نہ دیا جائے۔

فاسق کو اس سے زیادہ نہ دینے کی وجہ :

علامہ استروشنی حنفی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:۔

وإن کان فی ولده فاسق لا ینبغی له أن یعطیه أکثر من قوته کیلا یصیر

معيناً له على المعصية

(جامع أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين ، المجلد (١) ، فى مسائل الهبة ، ص ١٧٣)

یعنی ، اور اگر اس کی اولاد میں سے کوئی فاسق ہو تو اُسے اس کے خورد و نوش سے زیادہ نہیں دینا چاہئے تا کہ دینے والا معصیت پر اس کا مددگار نہ بن جائے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علامہ محمد کامل ابن مصطفیٰ طرابلسی ''خزانۃ المفتین'' سے نقل کرتے ہیں :۔

إن كان فى ولده فاسق لا ينبغى أن يعطيه أكثر من قوته كيلا يصير معيناً فى المعصية

(الفتاوى الهندية ، المجلد (٤) ، كتاب الهبة ، الباب السادس فى الهبة للصغير ، ص ٣٩١) (الفتاوى الكاملية ، كتاب الهبة ، ص ١٥٨)

یعنی ، اسی طرح اگر اس کی اولاد میں کوئی فاسق ہو تو اس کو خورد و نوش کے خرچ سے زیادہ نہیں دینا چاہئے تا کہ باپ اس اولاد کی معصیت میں اس کا مددگار نہ بن جائے۔

فسق و فجور سے مراد:

اب سوال یہ ہے کہ اولاد کا وہ کون سا فسق و فجور ہے جس کی بنا پر انہیں خورد و نوش سے زیادہ دینا منع ہے اس کا جواب یہی ہے کہ وہ فسق و فجور مراد ہے جس کا تعلق

مال و دولت سے ہو کیونکہ فقہائے کرام نے خورد و نوش سے زیادہ نہ دینے کی علت، بیان کرتے ہوئے لکھا "تاکہ باپ اُس اولاد کی معصیت میں مددگار نہ بن جائے"۔

فاسق اولاد کے لئے ترکہ:

اولاد اگر فاسق فاجر ہو اور ترکہ میں مال و دولت ملنے پر اُس کا فسق و فجور بڑھ جانے کا اندیشہ ہو جیسے خدانخواستہ اولاد جواری اور شرابی ہو تو ایسی صورت کے لئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ اپنا مال کارِ خیر میں صرف کر دینا بہتر ہے کہ ترکہ میں مال و دولت ملنے کی صورت میں اس کے فسق و فجور میں اضافہ ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابوالولید ابراہیم بن ابی الیمن محمد بن ابی الفضل المعروف بابن الشحنہ الکبیر متوفی ۸۱۵ھ اور حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی متوفی ۸۷۲ھ لکھتے ہیں:۔

وإن أراد أن يصرف ماله إلى الخير وابنه فاسق فالصرف إلى الخير أفضل من تركه له لأنه إعانة على المعصية

(لسان الحكام فى معرفة الأحكام مع معين الحكام، الفصل التاسع عشر، ص ٣٦٩)، (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوىٰ الهندية، المجلد (٦)، كتاب الهبة، الجنس الثالث فى هبة الصغير، فروع، ص ٢٣٧)

یعنی، اور اگر اس نے اپنا مال کارِ خیر میں صرف کرنے کا ارادہ کیا اس حال میں کہ اس کا بیٹا فاسق ہو تو مال کارِ خیر میں صرف کرنا فاسق بیٹے کے لئے چھوڑنے سے

افضل ہے۔

اورعلامہ طاہر بن عبدالرشید متوفی ۵۴۲ھ اورعلامہ زین الدین ابن نجیم حنفی

متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:۔

ولو كان ولده فاسقاً فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير و يحرمه عن

الميراث هذا خير من تركه لأن فيه إعانة على المعصية

(خلاصة الفتاوىٰ ، المجلد (٢) ، كتاب الهبة ، جنس آخر ، نوع منه ، ص ٤٠٠)،

(البحرالرائق ، المجلد (٧) ، كتاب الهبة ، فروع ، ص ٢٨٨)

اورخلاصہ کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:۔

ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله فى وجوه الخير ويحرمه عن

الميراث هذا خير من تركه ، كذا فى " الخلاصة "

(الفتاوىٰ الهندية ، المجلد (٤) ، كتاب الهبة ، الباب السادس فى الهبة للصغير ، ص

٣٩١)

علامہ محمد کامل ابن مصطفیٰ طرابلسی حنفی نقل کرتے ہیں:۔

وفى " الخلاصة " ولو كان ولده فاسقاً فأراد أن يصرف ماله إلى وجوه

الخير يحرمه عن الميراث هذا خير من تركه اه أى للولد علله البزازية بالعلة

المذكورة

(الفتاوى الكاملية ، كتاب الهبة ص ١٨٥)

یعنی ،اوراگراس کی اولاد میں کوئی فاسق ہواور باپ کا اپنا مال خیر کے کاموں

میں صرف کرنے اور اس فاسق کو میراث سے محروم کرنے کا ارادہ ہو، یہ اس کو چھوڑنے سے بہتر ہے (فتاویٰ کاملیہ میں ہے) یعنی اپنی اس اولاد کے لئے (ترکہ چھوڑنے سے بہتر ہے) اور صاحب بزازیہ نے اس کی علت کے بیان میں مذکورہ علت ذکر کی (یعنی ایسی اولاد کے لئے مال ترکہ میں چھوڑ جانے میں اُس کی معصیت پر اعانت ہے)۔

یہاں بھی فسق و فجور سے مراد وہ فسق و فجور ہے جس میں ترکہ میں مال چھوڑنے والا اُس فاسق کی معصیت میں اُس کا معین و مددگار بنے جیسے کا مندرجہ بالا عباراتِ فقہاء سے ظاہر ہے۔

کُل مال کسی ایک کو ہبہ کر دینا:

جو کچھ ذکر ہوا وہ حکم دیانت کا تھا، قضاء کا حکم یہ ہے کہ بحالتِ صحت وہ اپنا سارا مال کسی ایک اولاد کو دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے تو یہ کر سکتا ہے کہ اس کا یہ ہبہ نافذ ہو جائے گا۔

چنانچہ علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ اور علامہ ابوالولید ابراہیم المعروف بابن الشحنہ الکبیر متوفی ۸۱۵ھ اور حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:۔

ولو وهب جميع ماله من ابنه جاز (وفی خلاصة الفتاوی: فی القضاء)

(خلاصة الفتاوی، المجلد (٢)، كتاب الهبة، جنس آخر، نوع منه، ص ٤٠٠)،

(لسان الحكام فی معرفة الأحكام مع معين الحكام، الفصل التاسع عشر فی الهبة،

ص ٣٦٩)، (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية ، المجلد (٦) ، كتاب الهبة ، الجنس الثالث فى هبة الصغير ، نوع ، ص ٢٣٧)

یعنی، اپنا جمیع مال اگر کسی ایک بیٹے کو ہبہ کردے تو کرسکتا ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:۔

ولو وهب فى صحته كل المال للولد جاز

(الدر المختار ، المجلد (٥) ، كتاب الهبة ، ص ٦٩٩)

یعنی، اگر اپنی صحت میں اپنا کل مال کسی اولاد کو ہبہ کردیا تو کرسکتا ہے۔

اور ایسا کرنا بحکم قضاء جائز ہے نہ کہ بحکم دیانت جیسا کہ فقیہ ظہیر الدین عبدالرشید متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:۔

فإن جعل ماله كله للابن جاز فى القضاء

(الفتاوى الولوالجية ، المجلد (٣) ، كتاب الهبة ، الفصل السادس ، ص ١٣٣)

یعنی، پس اگر اپنا کل مال کسی ایک بیٹے کے لئے کردیا تو بحکمِ قضاء جائز ہے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوز جندی متوفی ۵۹۲ھ اور ان کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:۔

رجل وهب فى صحته كل المال للولد جاز فى القضاء

(فتاوى قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية ، المجلد (٣) ، كتاب الهبة ، فصل فى هبة الوالد لولده الخ ، ص ٢٧٩)، (الفتاوى الهندية ، المجلد (٤) ، كتاب الهبة ، الباب السادس فى الهبة للصغير ، ص ٣٩١)

یعنی، کسی شخص نے اپنا مال کسی اولاد کو ہبہ کر دیا تو بحکمِ قضاء جائز ہے۔

اور مجد الدین ابوالفتح محمد بن محمود بن الحسین استروشنی حنفی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے

ہیں:۔

وإن وهب ماله للابن كله جاز فى القضاء

(جامع أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين، المجلد (۱)، فى مسائل الهبة

، ص ۱۷۳)

یعنی، اگر اُس نے اپنا کل مال بیٹے کو ہبہ کر دیا تو بحکمِ قضاء جائز ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:۔

وإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاءً

(البحرالرائق، المجلد (۷)، كتاب الهبة، فروع، ص ۲۸۸)

یعنی، اور اگر اُس نے اپنا کل مال کسی ایک بیٹے کو ہبہ کر دیا تو قضاء جائز ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

(سابقہ حکم دیانت کا تھا) اور قضاء کا حکم یہ ہے کہ وہ حالت صحت میں اپنا سارا مال ایک

ہی لڑکے کو دے دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے۔ ملخصاً

(بہار شریعت، حصہ، (۱۴)، ہبہ کا بیان، ص ۶۲ - ۲۳)

حکم قضا کا مطلب:

حکم قضاء کا مطلب یہ ہے کہ ہبہ اگر اُن شرائط کے مطابق ہو جو شرع نے

مقرر کی ہیں تو اس ہبہ کے بعد وہ اولاد موہو بہ مال کی مالک ہو جاتی ہے اگر چہ واہب (ہبہ کرنے والے) نے اپنی کل جائیداد کسی ایک بیٹے یا بیٹی کو ہی کیوں نہ دے دی ہو

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زندگی میں ہر شخص اپنے مال کا مالک ہے اور اُسے اپنے مال میں تصرّف کرنے کا حق ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے، جسے پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

کُلُّ ذِیْ مَالٍ أَحَقُ بِمَالِهِ:

یعنی ہر مال والا اپنے مال کا زیادہ حقدار ہے

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام بیہقی نے ابن وہب سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:۔

اس کا جو چاہے کرے۔

(السنن الکبری للبیهقی، برقم: ۱۲۰۰۷)

اسی طرح یہ بھی پہلے ذکر کیا گیا کہ علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال لکھتے ہیں:۔

ولما أجمعوا على أنه مالك مال و أن له أن يعطيه من شاء من الناس، كذالك يجوز أن يعطيه من شاء من ولده

(شرح صحيح البخارى لابن بطال، المجلد (۷)، كتاب الهبة، باب الهبة للولد الخ ص ۶۰۰)

یعنی، جب علماء کرام نے اس پر اجماع کیا ہے کہ وہ اپنے مال کا مالک ہے اس کو جائز ہے کہ وہ اپنا مال لوگوں میں سے جسے چاہے دے دے اسی طرح اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا مال اپنی اولاد میں سے جسے چاہے دے دے۔

لہٰذا باپ اگر بحالت صحت اپنی ساری جائیداد کسی ایک اولاد کو دے دے تو دوسروں کو کسی قسم کے مطالبے کا حق نہیں۔ کئی پڑھے لکھے لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ اپنے والد سے یوں مطالبہ کرتے آپ کی جائیداد میں ہمارا جو حق ہے وہ ہمیں دے دو۔ یہ ان کی نادانی ہے کیونکہ مالک جب تک زندہ صحیح سلامت ہے اس کے مال میں سوائے اس حق کے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے مال میں رکھا ہے کسی کا کوئی حق نہیں۔ والدین اگر دیتے ہیں یہ ان کا احسان ہے نہ یہ کہ ہمارا حق تھا جو انہوں نے ادا کر دیا۔

چنانچہ صدر الشریعہ امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:۔

وہ اپنے مال کا مالک ہے حالت صحت میں اپنا سارا مال ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے اور دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

(بهار شریعت، حصه، (١٤)، هبه کا بیان، ص ٦٢ ـ ٢٣)

گناہ :

بلا وجہ شرعی کُل مال اولاد میں سے کسی ایک کو ہبہ کر کے دوسری اولاد کو محروم کر دینا گناہ ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:۔

اگر کل مال کسی ایک اولاد کو ہبہ کردیا تو جائز ہے اور ایسا کرنے والے نے گناہ کیا۔

(الدر المختار، المجلد (٥)، کتاب الھبة، ص ٦٩٩)

اور ایسا کرنے والے کو فقہاء کرام نے گنہگار کہا ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:۔

وهو أثم كذا فى "المحيط"

(البحر الرائق، المجلد (٧)، کتاب الھبة، فروع، ص ٢٨٨)

اور علامہ حسن بن منصور اوز جندی اور ان کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:۔

ويكون آثما فيما صنع

(فتاوى قاضيخان، على هامش الفتاوى الهندية، المجلد (٣)، كتاب الهبة، فصل فى هبة الوالد لولده وهبة الصغير، ص ٢٧٩)، (الفتاوى الهندية، المجلد (٤)، كتاب الهبة، الباب السادس فى الهبة للصغير، ص ٣٩١)

یعنی، اور جو اس نے کیا اس میں وہ گنہگار ہے۔

(بہار شریعت، حصہ، (١٤)، ہبہ کا بیان، ص ٢٣)

اور علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ اور علامہ ابو الولید ابراہیم المعروف بابن الشحنہ الکبیر متوفی ۸۱۵ھ اور حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:۔

وهو آثم نصّ عليه محمد رحمه الله تعالىٰ

(وفى الخلاصة : هكذا فى العيون) (خلاصة الفتاوى ، المجلد (٢) ، كتاب الهبة ، جنس آخر ، نوع منه ، ص ٤٠٠)، (لسان الحكام فى معرفة الأحكام مع معين الحكام ، الفصل التاسع عشر فى الهبة ، ص ٣٦٩)، (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية ، المجلد (٦) ، كتاب الهبة ، الجنس الثالث : فى هبة الصغير ، ص ٢٣٧)

اور فقیہ ابوالفتح ظہیر الدین عبدالرشید متوفی ۵۴۰ھ اور علامہ مجدالدین ابو الفتح محمد بن محمود استروشنی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں:۔

وهو آثم نصّ عليه محمد (رحمه الله تعالىٰ) لأن رسول الله ﷺ (وفى الجامع : وقدصحّ أن رسول ﷺ) قال فى مثل هذه الصورة " اتَّقِ اللّٰهَ تَعَالىٰ "

(الفتاوى الولواجية ، المجلد (٣) ، كتاب الهبة ، الفصل السادس ، ص ١٣٣)، (جامع أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين ، المجلد (٢) فى مسائل الهبة ، ص ١٧٣)

یعنی ،اور وہ گنہگار ہوا اس پر امام محمد علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی ہی صورت کے لئے فرمایا: "اللہ سے ڈرو"۔

علامہ محمد کامل ابن مصطفیٰ طرابلسی کے فتاویٰ میں ہے:۔

سئلت عن هبة الوالد لابنته كلّ ماله حال صحته وطوعه و تمام عقله هل تجوز ؟ فالجواب : ـ قال فى " الدرالمختار " ولووهب فى

صحته كل المال للولد جاز وأثم اھ وفی " الحاشية " قوله : كل المال

للولد أی وقصد حرمان بقية الورثة كما يتفق ذالك فيمن ترك بنتا وخاف

مشاركة العاصب وقوله : جاز أی صح ولا ينقض وفی بعض المذاهب

يرد عليه قصده ويجعل متروكه ميراثاً لكل الورثة اھ

(الفتاویٰ الكاملية ، كتاب الهبة ، ص ١٨٤)

یعنی، سوال:۔

"والد کا اپنی صحت اور ہوش وحواس میں راضی خوشی اپنا تمام مال اپنی بیٹی کو ہبہ کرنا جائز ہے؟

جواب:۔

"درمختار" میں فرمایا: اور اگر اپنی صحت میں تمام مال کسی ایک اولاد کو ہبہ کردے تو جائز ہے اور اس سے وہ گنہگار ہوگا...... حاشیہ میں ہے: مصنف کا قول: "اپنا کل مال کسی ایک اولاد کو ہبہ کرنا" اس کا مطلب یہ ہے کہ بقیہ ورثہ کو محروم کرنے کا ارادہ کیا جیسا کہ اس طرح وہ شخص کرے جس نے اولاد میں ایک ہی بیٹی چھوڑی اور اُسے عصبات کے ترکہ میں شریک ہونے کا خوف ہو، اور مصنف کے قول: "جائز ہے" کا مطلب ہے یہ ہبہ (قضاءً) جائز ہے اور اس ہبہ کو توڑا نہ جائے گا، اور بعض مذاہب میں اس کا ارادہ اس پر رد کردیا جائے گا اور اس کا ترکہ تمام ورثہ کی میراث قرار دیا جائے گا

کل یا کچھ ورثہ کو محروم کرنا ممنوع ہے:

اپنا سارا مال کسی ایک یا چند کو ہبہ کر کے بقیہ تمام یا چند کو بلاوجہ شرعی محروم کر دینا ممنوع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال میری بیمار پُرسی کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، میری بیماری سخت ہوگئی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میری بیماری انتہائی درجہ کو پہنچ گئی ہے، میں مالدار آدمی ہوں اور میری وارث صرف ایک لڑکی ہے أَفَأَ تَصَدَّقُ بِثُلُثَی مَالِیُ ؟ (وفی روایة : أُوصِی بِمَالِیُ کُلِّهِ (صحیح البخاری، برقم : ۲۷۴۲)، وفی روایة أخری : أُوصِی بِالنِّصُفِ صحیح البخاری برقم : ۲۷۴۳، ۳۹۳۲) قَالَ: "لَا" فَقُلُتُ : بِالشَّطُرِ ؟، فَقَالَ : "لَا"، ثُمَّ قَالَ : "الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَبِیرٌ" أَوُ کَثِیرٌ"، إِنَّكَ أَنُ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغُنِیَاءَ خَیرٌ" مِنُ أَنُ تَذَرَهُمُ عَالَةً یَتَکَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنُ تُنُفِقَ نَفَقَةً تَبُتَغِی بِهَا وَجُهَ اللهِ إِلَّا أُجِرُتَ بِهَا حَتّٰی مَا تَجُعَلَ فِی فِیُ امُرَأَتِكَ" یعنی، کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کردوں؟ (اور ایک روایت میں کل مال کا ذکر ہے آپ ﷺ نے فرمایا" نہیں"، عرض کی: آدھا مال، فرمایا: "نہیں" پھر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "تہائی مال صدقہ کرنا کافی ہے": اور تہائی بھی بڑا صدقہ یا بہت صدقہ ہے، اگر تو اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جائے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو محتاج لوگوں کے سامنے

ہاتھ پھیلاتا ہوا چھوڑ جائے ،اور تُو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے جو کچھ خرچ کرے گا اس پر تجھے اجر دیا جائے گا۔حتی کہ تُو جو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا۔

(صحيح البخارى ، كتاب الجنائز ، باب رثاء النبى ﷺ سعدَ بن خولة ، برقم : ١٢٩٥ ، وكتاب الوصايا ، باب أن يترك ورثته أغنياء الخ ، برقم : ٢٧٤٢ ، وباب الوصية بالثلث ، برقم : ٢٧٤٤ ، وكتاب مناقب الأنصار ، باب قول النبى ﷺ : "اللّٰهم أمض لأصحابى هجرتهم" الخ ، برقم : ٢٩٢٢ ، وكتاب النفقات ، باب فضل النفقة على الأهل الخ ، برقم : ٥٣٥٤ ، وكتاب الدعوات ، باب الدعاء برفع الوباء والوجع ، برقم : ٦٣٧٢ ، وكتاب الفرائض ، باب ميراث البنات ، برقم : ٦٧٣٣ ، وصحيح مسلم ، كتاب الوصية ، باب الوصية ، باب ماجاء فيما يجوز للموصى فى ماله ، برقم : ٢٨٦٤ ، وسنن النسائى ، كتاب الوصايا ، باب الوصية بالثلث ، برقم : ٣٦٥٦ - ٣٦٥٧ - ٣٦٥٨ - ٣٦٥٩ - ٣٦٦٠ ، ٣٦٦٦ ، والموطّا للأمام مالك بن أنس ، كتاب الوصية ، باب الوصية بالثلث ، برقم : ٤ ، وسنن الدارمى ، كتاب الوصايا ، باب الوصيه بالثلث ، برقم ٣١٩٥ ، ٣١٩٦)

لہٰذا بلاوجہ شرعی کل یا کچھ اولاد کو محتاج چھوڑ جانا ممنوع ہے اولاد کو مال کی حاجت نہ ہو کہ وہ خود مالدار ہوں پھر بھی کل مال کی وصیت سے منع کیا گیا چنانچہ امام ترمذی کی روایت میں ہے:۔

قُلتُ : بِمَالِی کُلِّهِ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ ، قَالَ : "فَمَا تَرکتَ لِوَلَدِكَ" ؟ قَالَ هُم أَغنِیَاءُ بِخَیرٍ قَالَ : "أَوصِ بِالعُشرِ" قَالَ : فَمَا زِلتُ أَنَا قِصهُ حَتّٰى قَالَ : "

أَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ"

(جامع الترمذی ، کتاب الجنائز ، باب ماجاء فی الوصیة بالثلث والربع ، برقم : ۹۷۵)

یعنی، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نے اپنے کل مال کی اللہ کی راہ میں وصیت کی، فرمایا: "اپنی اولاد کے لئے تو نے کیا چھوڑا"؟ عرض کی: بخیر مالدار ہیں، فرمایا: دسویں حصے کی وصیت کر، بیان کرتے ہیں کہ میں مسلسل (ان کے حصے کو) کم کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: "ایک تہائی صدقہ کافی ہے تہائی بھی بڑا صدقہ ہے"۔

اس لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان ثُلُث (ایک تہائی) سے کم کی وصیت کو مستحب جانتے تھے جیسا کہ "جامع ترمذی" کے مذکورہ باب اور "صحیح مسلم" کے کتاب الهبة ، باب الوصیة بالثلث (برقم : ۱۶۲۹/۱۰) میں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تہائی کو بھی بڑا صدقہ یا بہت صدقہ فرمایا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

المفتی محمد عطاء الله النعیمی

الخمیس ، ۱۱ جمادی الأولیٰ ۱۴۲۶ھ

۹ جون ۲۰۰۵ء

رئیس دار الإفتاء

(جمعیت إشاعت اهلسنت، پاکستان)

مآخذ و مراجع

ء ۔ الإستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار ، علماء الأقطار ، مطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ ھ۔ ٢٠٠٠ م

ء ۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ، مطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤١٧ ھ۔ ١٩٩٦ م

ء ۔ إكمال المعلم بفوائد المسلم ، مطبوعة : دارالوفاء ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ ھ۔ ١٩٩٨ م

ب ۔ البحرائق شرح كنز الدقائق ، مطبوعة : ايچ ايم سعيد كمپنى ، كراتشى

ب ۔ البخارى بشرح الكرمانى ، مطبوعة : دراحياء التراث العربى ، بيروت ، الطبعة الثالثة ١٤٠٥ ھ۔ ١٩٨٥ م

ب ۔ بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع ، مطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ ھ۔ ١٩٩٧ م

ب ۔ بهار شريعت ، مطبوعة : مكتبه اسلاميه ، لاهور

ت ۔ التمهيد لما فى الموطا من المعانى والمسانيد ، مطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ ھ۔

ج ۔ جامع أحكام الصغار على هامش جامع الفصولين ، مطبوعة : بالمطبعة الأزهرية ، الطبعة الأولىٰ ١٣٠٠ ھ

١٩٩٩ م

ج ۔ جامع الترمذى ، مطبوعة : دارالسلام والنشر والتوزيع ، الرياض ، الطبعة الثانية ١٤٢١ ھ۔ ٢٠٠٠ م

ح۔ حاشية السورتى على شرح معانى الآثار ، مطبوعة : عالم الكتب ، بيروت ،

الطبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ۔ ١٩٩٤م

خ ۔ خلاصہ الفتاوی ، مطبوعة : المكتبة الرشيدية ، كوئته

د ۔ الدر المختار ، مطبوعة : دارالفکر ، بیروت ، الطبعة الثالثة ١٣٩٩ھ۔ ١٩٧٩م

د ۔ الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج ، مطبوعة : دارالأرقم ، بیروت

ر ۔ الرد المحتار علی الدر المختار ، مطبوعة : دارالفکر ، بیروت ، الطبعة الثانیه ١٣٩٩ھ۔ ١٩٧٩م

س ۔ سنن ابن ماجه ، مطبوعة : دارالسلام والنشر والتوزیع ، الریاض ، الطبعة الثانیة ١٤٢١ھ ٢٠٠٠م

س ۔ سنن أبی داؤد ، مطبوعة : دارالسلام والنشر والتوزیع ، الریاض ، الطبعة الثانیة ١٤٢١ھ ٢٠٠٠م

س ۔ سنن الدارقطنی ، مطبوعة : دارالکتب العلمیة ، بیروت ،الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٦م

س۔ سنن الدارمی ، مطبوعة : دارالکتب العلمیة ، بیروت ، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٦م

س ۔ سنن الکبری للبیهقی ، مطبوعه : دارالکتب العلمیة ، بیروت ، الطبعة الأولیٰ

س ۔ سنن الکبریٰ للنسائی ، مطبوعة : دارالکتب العلمیة ، بیروت ، الطبعة الأولیٰ ١٤١١ھ۔ ١٩٩١م

س ۔ سنن النسائی ، مطبوعة : دارالسلام والنشر والتوزیع ، الریاض ، الطبعة الثانیة ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

ش۔ شرح السنة ، مطبوعة : دارالکتب العلمیة ، بیروت ، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ ٢٠٠٣م

ش ۔ شرح صحیح البخاری لا بن بطال ، مطبوعة : مکتبة الرشید ، بیروت ، الطبعة

الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

ش ۔ شرح صحیح مسلم للنووی ، مطبوعۃ : دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

ش ۔ شرح معانی الآثار ، مطبوعہ : عالم الکتب ، بیروت الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴م

ص۔ صحیح البخاری ، مطبوعۃ : دارالسلام والنشر و التوزیع ، الریاض ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰م

ص ۔ صحیح مسلم ، مطبوعۃ : دارالسلام والنشر والتوزیع ، الریاض ، الطبعۃ الأولیٰ الثانیۃ ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰م

ط ۔ طِلبۃ الطلبۃ فی الإصطلاحات الفقھیۃ ، مطبوعۃ : قدیمی کتب خانہ ، کراتشی

ع ۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ، مطبوعۃ : دارالفکر ، بیروت ، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۸م

ف ۔ فتاوی أمجدیہ ، مطبوعۃ : مکتبہ رضویہ ، کراتشی

ف ۔ الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الفتاوی الھندیۃ ، مطبوعۃ : دارالمعرفۃ ، بیروت ، الطبعہ الثالثۃ ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م

ف ۔ الفتاوی السراجیۃ ، مطبوعۃ : میر محمد کتب خانہ ، کراتشی

ف ۔ فتاوی قاضیخان علی ھامش الفتاوی الھندیۃ ، مطبوعۃ : دارالمعرفۃ ، بیروت ، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۳م

ف ۔ الفتاوی الکاملیۃ ، مطبوعۃ : المکتبۃ الحقانیۃ ، بشاور

ف ۔ فتاوی النوازل ، مطبوعۃ : میر محمد کتب خانہ ، کراتشی

ف ۔ الفتاوی الولوالجیۃ ، مطبوعہ : دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م

ف ـ الفتاوى الهندية ، مطبوعة : دارالمعرفة ، بيروت ، الطبعه الثالثة ١٣٩٩ هـ ١٩٧٣ م

ف ـ فتح باب العناية فى شرح كتاب النقاية ، مطبوعة : داراحياء التراث العربى ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٦ هـ ٢٠٠٥ م

ف ـ فتح البارى شرح صحيح البخارى ، مطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ هـ ٢٠٠٠ م

ف ـ فقه السنة مطبوعة : موسسة الريان ، بيروت ، الطبعة الثانية ١٤٢٦ هـ ٢٠٠٠ م

ك ـ كتاب الإختيار لتعليل المختار ، مطبوعة : دارالمعرفة ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٣ هـ ٢٠٠٣ م

ل ـ لسان الحكام فى معرفة الأحكام مع معين الحكام ، مطبوعة : بالمطبعة مصطفى البابى الحلبى وأولاده بمصر ،

م ـ المبسوط (شرح الكافى) ، مبطوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ هـ ٢٠٠٠ م

م ـ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ، مطبوعة : دارالطباعة العامره ، مصر ١٣١٦ م

م ـ مختصر اختلاف العلماء ، مطبوعة : دارالبشائر الاسلامية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤١٧ هـ ١٩٩٦ م

م ـ المسند ، مطبوعة : درالكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٥ هـ ١٩٨٥ م

م ـ مشكاة المصابيح ، مطبوعه : دارالكتب العلمية ، بيروت ، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤ هـ ٢٠٠٣ م

م ـ المنجد ، مطبوعة : مكتبه قدوسيه ، لاهور ، اشاعت ٢٠٠٢ م

م ـ الموطا للامام مالك بن أنس ، مطبوعة : داراحياء التراث العربى ، بيروت ، الطبعة

الأولیٰ ۱٤۱۸ ھ۔ ۱۹۹۷ م

م ۔ الموطا للامام محمد بن الحسن ، مطبوعة : قدیمی کتب خانه ، کراتشی

نمبر (9) م ۔ المسوّیٰ شرح الموطّا ، مطبوعة : دارالکتب العلمیة ، بیروت ، الطبعة

الأولیٰ ۱٤۲۲ ھ۔ ۲۰۰۲ م

م ۔ الملتقط فی الفتاوی الحنیفة ، مطبوعة : دارالکتب العلمیة ، بیروت ، الطبعة الأولیٰ

۱٤۲۰ ھ۔ ۲۰۰۰ م

و ۔ وقار الفتاوی ، مطبوعة : بزم وقار الدین ، کراتشی

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم :

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ

(ترجمہ) علم کا طلب کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

ذرا سوچئے......! کیا ہم اس ارشاد نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہیں۔

اگر نہیں تو آیئے......!

نور مسجد کاغذی بازار میں قائم درس نظامی کی شبینہ کلاسز میں روز و شب علم دین کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تعمیل فرمان نبوی ﷺ میں دیر مت کیجئے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم :

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ

(ترجمہ) تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

کیا آپ نہیں چاہتے کہ ارشاد نبوی ﷺ کے بموجب آپ کا شمار بھی بہترین افراد میں سے ہو۔

اگر ہاں......! تو آج ہی آیئے اور نور مسجد کاغذی بازار میں موجود مدارس حفظ و ناظرہ سے

قرآن پاک کی تعلیم حاصل کیجئے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم :

مَنْ زَارَ عَالِمًا فَكَاَنَّمَا زَارَنِیْ

(ترجمہ) جس نے عالم کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی۔

یقیناً آپ بھی اپنا شمار ان خوش نصیبوں میں کروانا چاہیں گے جن کی طرف فرمان نبوی ﷺ اشارہ کر رہا ہے۔

اگر ہاں......! تو ہر پیر کو نور مسجد کاغذی بازار میں ضرور تشریف لائیں۔

جہاں ہفتہ واری اجتماع میں مختلف ومقتدر عالم مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے ہیں۔

نہ صرف ان کی دید سے مشرف ہوں بلکہ علم دین کے موتی بھی پائیں۔

منجانب

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان